لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ماہنامہ احمدیہ گزٹ کینیڈا

جماعت احمدیہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلّہ

اکتوبر 2019ء   جلد نمبر 48   شمارہ 10

فہرست مضامین

☆	قرآن مجید	2
☆	حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	2
☆	ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	3
☆	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات	4
☆	تقریر جلسہ سالانہ کینیڈا: صدق سے میری طرف آؤ، اسی میں خیر ہے ازمکرم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب	7
☆	سلامتی کونسل میں مسئلہ کشمیر اور پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ازمکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب	12
☆	کیا اسلامی جنگوں کا مقصد اسلام پھیلانا تھا ازمکرم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب	14
☆	امن کا راستہ: عالمی اتحاد ازمکرم طارق حیدر صاحب	18
☆	ایک فرض، ایک قرض ازمکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان	20
☆	کشمیر قرارداد اور ٹوٹے وعدے بکھرتے خواب ازمکرم محمد آصف منہاس صاحب	21
☆	نقد ونظر: قلم داسورج (پنجابی) مبارک احمد ظفر ازمکرم فرخ سلطان محمود صاحب	22
☆	مسجد بیت الاسلام میں کینیڈا ڈے 2019ء ازمکرم محمد اکرم یوسف	24
☆	عیدالاضحیہ کی تقریبات کی چند جھلکیاں ازمکرم محمد اکرم یوسف	26
☆	بعض دیگر مضامین، منظوم کلام اور اعلانات	30
☆	تصاویر: شعبہ تصاویر کینیڈا	

نگران
ملک لال خاں
امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیر اعلیٰ
مولانا ہادی علی چوہدری
نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیران
ہدایت اللہ ہادیؔ اور عثمان شاہدؔ

معاون مدیران
حافظ رانا منظور احمد اور شفیق اللہ

نمائندہ خصوصی
محمد اکرم یوسف

معاونین
مسعود ناصر، فوزیہ بٹ، غلام احمد عابدؔ

تزئین وزیبائش
شفیق اللہ

مینیجر
مبشر احمد خالدؔ

رابطہ
editor@ahmadiyyagazette.ca
Tel: 905-303-4000 ext. 2241
www.ahmadiyyagazette.ca

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

لَیۡسَ عَلَیۡکَ ھُدٰ ھُمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلِاَنۡفُسِکُمۡ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ اللّٰہِ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یُّوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَo

(سورۃ البقرۃ 2: 273)

ان کو ہدایت دینا تجھ پر فرض نہیں لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جو بھی تم مال میں سے خرچ کرو تو وہ تمہارے اپنے ہی فائدہ میں ہے جب کہ تم تو اللہ کی رضا جوئی کے سوا کبھی خرچ نہیں کرتے اور جو بھی تم مال میں سے خرچ کرو وہ تمہیں بھرپور واپس کر دیا جائے گا اور ہرگز تم سے کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

عَنۡ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھَا قَالَتۡ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: اَلسَّخِیُّ قَرِیۡبٌ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی قَرِیۡبٌ مِنَ النَّاسِ قَرِیۡبٌ مِنَ الۡجَنَّةِ بَعِیۡدٌ مِنَ النَّارِ وَالۡبَخِیۡلُ بَعِیۡدٌ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی بَعِیۡدٌ مِنَ النَّاسِ بَعِیۡدٌ مِنَ الۡجَنَّةِ قَرِیۡبٌ مِنَ النَّارِ وَالۡجَاھِلُ السَّخِیُّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ الۡعَابِدِ الۡبَخِیۡلِ۔

(قشیریہ۔ الجودوالسخاء، صفحہ 122۔ بحوالہ حدیقۃ الصالحین۔ حدیث 742، صفحہ 700-701)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سخی اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے اور لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور جنت کے قریب ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بخیل اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے، لوگوں سے دُور ہوتا ہے، جنت سے دُور ہوتا ہے لیکن دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔ اَن پڑھ سخی، عابد سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارا ہے۔

ارشادات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا

’’جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا میں امید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آ جائے گی بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی۔ پس چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے۔ پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس کی راہ میں خرچ کریں تو اِس وقت کے پیسہ کے برابر نہیں ہوگا۔ ...

اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔

یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اسکے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔

یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو۔ بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے۔ ...

میں تمہیں بار بار کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا خاص فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد سوم، صفحہ 497-498)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے

ارشادفرمودہ خطباتِ جمعہ جولائی 2019ء کے خلاصہ جات

خطبہ جمعہ فرمودہ 5 جولائی 2019ء

سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 05 جولائی 2019ء کو بمقام جلسہ گاہ جرمنی DM Arena کالسروئے (Karlsruh) میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

حضور انور نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں میں سے جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر ملے، ایک بہت بڑا فضل اور انعام جلسہ سالانہ ہے۔ جس کے ذریعے ہم اپنی روحانی، اخلاقی اور علمی بہتری کی کوشش کر سکتے ہیں۔ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے سامان کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کر کے، رنجشوں اور دوریوں کو قرب اور صلح میں بدل کر جلسے کے قیام کے مقصد کو پورا کر سکتے ہیں۔ احمدیوں کی ایک بہت بڑی تعداد سارا سال جلسے کا انتظار کرتی ہے۔ اگلا کیلنڈر سال شروع ہوتے ہی جلسے کی تیاریوں میں مزید تیزی آ جاتی ہے۔ یہاں رہنے والوں کے ساتھ پاکستان سے نئے آنے والوں کو بھی بہت انتظار ہوتا ہے۔ وہ قانونی پابندیوں کی وجہ سے وہاں جلسے منعقد نہیں کر سکتے۔ ایک عرصے سے ان کو پتا ہی نہیں کہ جلسہ سالانہ کیا چیز ہے۔ جرمنی میں اب باہر سے آ کر جلسے میں شامل ہونے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کا شوق اور انتظار جلسے کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہونا چاہئے۔ اگر کوئی شخص اس نیت سے جلسے میں شامل نہیں ہوتا تو اس کا جلسے کا انتظار بھی اور جلسے میں شامل ہونا بھی فضول اور لغو بات ہے۔ ماحول بے شک اثر ڈالتا ہے، لیکن ماحول کے اثر کو قبول کرنے کے لئے انسان کی اپنی کوشش کا بھی دخل ہے۔ پس ہمیں کوشش کرنی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلسے پر آنے والوں کے لئے کی گئی دعاؤں کے مستحق بنیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں حال کے پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لئے ہرگز اپنے مبائعین کو اکٹھا کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ علتِ غائی جس کے لئے میں حیلہ نکالتا ہوں وہ اصلاحِ خلق اللہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اصلاح نہ کرنے والوں سے صرف بیزاری کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ کراہت کا بھی اظہار فرمایا ہے۔ اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرنے کے بعد بھی دنیا کی محبت کو دل میں لیے بیٹھے ہیں، اللہ اور رسولِ کریم ﷺ کی محبت اس دنیاوی محبت پر حاوی نہیں ہے تو تیس پینتیس یا چالیس ہزار کی حاضری کا کیا فائدہ ہے۔ چند دن پہلے رمضان ختم ہوا ہے جو روحانی اصلاح اور ترقی کا مہینہ تھا۔ اب ایک اور تین دن کا کیمپ ہے جس میں دینی اور علمی ترقی کے موقعے کے ساتھ عبادتوں اور ذکرِ الٰہی کا ماحول ہے۔ نوافل، تہجد اور ذکرِ الٰہی کا ایک اجتماعی رنگ ہے۔ اگر ہم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں تو پھر کب اور کس طرح فائدہ اٹھائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ماننے والوں سے بڑی توقعات وابستہ فرمائی ہیں۔ اس ماحول کا حقیقی فائدہ تب ہی ہوگا جب دنیا کی محبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے مقابلے میں ٹھنڈی ہو جائے۔ اس جلسے کے بعد دنیا کے کام بھی کرنے ہیں، لیکن اس تربیت اور شمولیت کا فائدہ تب ہی ہوگا کہ جب دنیا کے کاموں کے باوجود، دین کو ہم دنیا پر مقدم کریں گے۔

جلسے کے دنوں میں یہاں بازار بھی مہیا کئے گئے ہیں، سٹال بھی لگتے ہیں۔ لیکن جلسے میں شامل ہونے والے اور سٹال لگانے والے دونوں اس بات کا خیال رکھیں کہ بازاروں میں پھرنا، شاپنگ کرنا، اپنی چیزوں پر منافع حاصل کرنے کی کوشش کرنا، دنیاداری ہے۔ اس سے خریدار اور دکان دار دونوں بچیں۔ جلسے کی کارروائی خاص طور پر دونوں توجہ سے سنیں۔ وقفوں میں دونوں کا حق ہے کہ بازاروں میں جائیں لیکن بازاروں کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ بازاروں کا حق یہ ہے کہ وہاں پھرتے ہوئے ایک دوسرے کو سلام کریں، ذکرِ الٰہی میں مصروف رہیں۔ دکانوں پر رش نہ کریں۔ دکان دار جائز منافع سے اپنی چیزیں فروخت کریں۔ ناجائز منافع نہ کمائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو حقیقی معرفت، حقیقی تقویٰ اور طہارت دوبارہ قائم کرنے کے لئے بنانا چاہا ہے۔ آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ خدا کی عظمت دلوں میں بٹھاؤ، اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ تمام قسم کی نیکیاں بجالانا، خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے تمام قسم کے حقوق ادا کرنا اصل تقویٰ ہے۔ اس لحاظ سے اگر ہم جائزہ لیں تو خود ہی ہماری حالتیں ہمارے سامنے آ جائیں گی۔ بعض لوگ جماعتی کاموں میں اچھے ہیں تو گھر پر بیوی بچے ان سے تنگ ہیں۔ بعض گھروں کے حق ادا کر رہے ہیں تو عبادات کی طرف توجہ نہیں۔ بعض بظاہر عبادت کرنے والے ہیں تو معاشرے میں ایک دوسرے کا حق مارنے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت شمار ہونے کے لئے ہر جہت اور ہر پہلو سے اپنی عملی حالتوں کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ جلسوں کا اہتمام نیکیوں کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہی کیا جاتا ہے۔ مقررین بھی اپنی تقریروں میں اس طرف توجہ دلاتے رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے کامل بندوں کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب دل خدا کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ جو لوگ خدا تعالیٰ سے سچا تعلق اور محبت پیدا کر لیتے ہیں وہ کسی حالت میں بھی خدا تعالیٰ کو فراموش نہیں کرتے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ڈیوٹیاں دینے والوں کو بھی اپنی زبانیں ذکرِ الٰہی سے تر رکھنے کی نصیحت فرمائی۔ فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ الفاظ ہمیں فکر میں ڈالنے والے ہونے چاہئیں کہ آسمان پر میری جماعت تب شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔

آپ میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہیں احمدی ہونے کی وجہ سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور اس لئے وہ ہجرت کر کے یہاں

آئے پس ان سب باتوں کے باوجود اگر ہم اپنے عملوں کی کمی کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل نہ ہوں تو یہ کتنے گھاٹے کا سودا ہے۔ پس ان دنوں میں ہمیں یہ بہت دعائیں کرنی چاہئیں کہ ہم ان لوگوں میں شمار نہ ہوں جن سے خدا تعالیٰ راضی نہیں۔ جلسے کے دوران اور وقفوں میں اور رات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ دعا کریں اور عہد کریں کہ اے خدا ہم نیک نیت ہو کر تیرے مسیح کے جاری کردہ اس جلسے میں شامل ہوئے جو یقیناً تیری خاص تائیدات اور علم سے جاری ہوا۔ پس تو ہمیں اپنی تمام برکات سے متمتع فرما۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔25 جولائی 2019)

خطبہ جمعہ فرمودہ 12 جولائی 2019ء

مسجد مبارک ،اسلام آباد ،ٹلفورڈ، سرے ،یوکے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد، تعوذ،تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد جماعت احمدیہ جرمنی کے حالیہ جلسہ سالانہ گزشتہ دنوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ جرمنی اختتام پذیر ہوا جو اپنی وسعت کے باعث مرکزی جلسہ کی طرح ہو گیا ہے۔ہم ہر سال جماعتِ احمدیہ کی ترقی دیکھ رہے ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو ہمیں ہماری کوششوں سے بہت بڑھ کر دے رہا ہے۔پس ہمیں ہر وقت خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

شامل ہونے والے مہمانوں کے لئے جلسہ ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ کس طرح ہزاروں کارکن مل کر ایسا روحانی ماحول پیدا کرتے ہیں۔ پس ہمیں چاہئے کہ یہ ماحول صرف تین دن تک محدود نہ رہے بلکہ ہماری زندگیاں اس روحانی ماحول کو ہر وقت دنیا کے سامنے پیش کرنے والی ہوں۔

جلسہ کو کامیاب کرنے کے لئے ہزاروں کارکن اپنے کاموں کو پسِ پشت ڈال کر بے شمار قربانی کرتے ہیں۔تمام کارکنوں کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ الحمدللہ جرمنی کی جماعت اخلاص میں بڑھی ہوئی ہے اور غیر معمولی قربانی کرنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ احمدیوں کے اخلاص و وفا کو مزید بڑھاتا چلا جائے۔

تاثرات

☆ ایک شامل ہونے وکیل مہمان نے اس بات کا اظہار کیا کہ امام جماعت احمدیہ نے دنیا کے حالات پر جو تبصرہ کیا ہے اور خطرات سے جس طور سے آگاہ کیا ہے وہ نہایت موثر تھا۔اسی طرح امیگریشن اور ریفیو جیز کے مسئلہ کو نہایت متوازی طور پر پیش کیا ہے۔

☆ ایک اور مہمان نے کہا کہ امام جماعت احمدیہ کی تقریر سن کر احساس ہوا کہ وہ دنیا کے لئے اور انسانیت کے لئے ایک سچا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں جس کی وجہ وہ ایسی سنجیدگی سے لوگوں کو امنِ عالم کی طرف بلا رہے ہیں۔

☆ ایک اور مہمان نے کہا کہ امام جماعت کی تقریر امن، برداشت اور انسانی اقدار سے بھری ہوئی تھی۔آپ نے ان مسائل کو بیان کر کے ان کا حل مذہب سے پیش کیا ہے اور دکھایا ہے کہ مذہب مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسائل کا حل یہ ہے کہ لوگ اپنے خدا کو پہچانیں۔

☆ میسیڈونیا کی ایک غیر احمدی خاتون صحافی نے کہا کہ کیا اخلاق اور محبت کے بغیر انسانیت کا کوئی تصور ہو سکتا ہے۔ جماعت احمدیہ ان تمام امور کا ڈھانچہ ہے۔احمدیت لوگوں کو متحد کر رہی ہے اور خدا کی عبادت کی طرف بلا رہی ہے۔ میں نے جلسہ پر ایسے لوگوں کو دیکھا جن کا خدا پر مکمل یقین ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ یہ کام جاری رکھیں گے۔

☆ بلغاریہ سے جلسہ میں شامل ہونے والی ایک عیسائی خاتون Yulia نے کہا کہ حضورِ انور کی تقریر اور آپ کی دعاؤں کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت اور جس طور سے آپ نے طلبا کو انعام دئے اس کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ پانی پلانے والے بچوں کا بھی مہمانوں پر اثر ہوا۔

☆ ہنگری سے شامل ہونے والے ایک مہمان Szava Vince نے کہا کہ میں اپنے کام کے سلسلہ میں مختلف مذہبی گروپ مثلاً یہود، عیسائی اور مسلمانوں کے پروگراموں میں شامل ہوتا ہوں۔لیکن ایسا جلسہ اور ایسا بھائی چارہ میں نے کہیں اور نہیں دیکھا۔

☆ ایک شخص جو پہلے دہریہ تھے انہوں نے کچھ عرصہ پہلے بیعت کی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ جلسہ کا مجھ پر خاص اثر ہوا۔خاص طور پر جو تقریر لجنہ کی طرف کی گئی تھی اس میں مردوں کے لئے بہت سے اہم سبق تھے اور ان باتوں پر مردوں کو عمل کرنا چاہئے۔

حضورِ انور نے یورپ ،افریقہ، رشیا، ایشیا، الغرض دنیا بھر سے اس جلسہ میں شامل ہونے والے متعدد مہمانان کرام کے تاثرات بیان فرمائے۔

اللہ تعالیٰ بیعت کرنے والوں کے اخلاص و ایمان کو بڑھائے اور اور ہم میں سے ہر ایک کو بھی جلسہ کی برکات سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔9 جولائی 2019ء)

خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 2019ء

مسجد بیت الفتوح مورڈن ،لندن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد،تعوذ،تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد بدری صحابہؓ کا ایمان افروز تذکرہ فرمایا:

کہ آج بھی بدری صحابہؓ کا ذکر ہوگا۔جن کا پہلا ذکر ہے ان کا نام حضرت عامر بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ انصار کے حلیف تھے اور غزوہ بدر واحد میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

عبداللہ بن سراقہ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو عدی سے تھا۔آپؓ کے والد کا نام سراقہ تھا۔سیرت نگاروں کی اکثریت نے جنگ بدر میں شامل ہونا بیان کیا ہے۔ 35 ہجری میں وفات پائی۔آپؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سحری کیا کرو خواہ پانی ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت مالک بن ابو خولیؓ کا تعلق بنو عجل سے تھا جو عدی کے حلیف تھے۔آپؓ اپنے بھائی حضرت خولیؓ کے ہمراہ بدر میں شریک ہوئے تھے اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں وفات ہوئی۔

حضرت واقد بن عبداللہ بنو تمیمؓ سے تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔دار ارقم سے قبل بیعت کر لی تھی۔ دار ارقم کے بارے میں دوبارہ بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرکز بنانے کی غرض سے ایک نو مسلم ارقم بن ابی ارقم کا مکان پسند فرمایا جو کوہ صفا کے دامن میں تھا اور لوگ یہاں اکھٹے ہوئے اور یہاں تبلیغ ہوتی ۔ اور دارالاسلام کے نام سے بھی مشہور ہے۔تین سال تک اس مکان میں کام کیا۔اور چھٹے سال تک اس میں سرگرمیاں جاری رکھی۔ اخری شخص حضرت عمرؓ تھے دار ارقم میں ایمان لانے والے۔ہجرت کے بعد مواخات میں حضرت واقدؓ کی بشر بن برا سے مواخات قائم کی گئی ۔تمام غزوات میں شامل ہوئے۔تاریخ اسلام میں پہلا مشرک جو قتل ہوا وہ آپؓ کے ہاتھ سے ہوا۔حضرت عمرؓ کی خلافت میں وفات پائی۔

حضرت نصر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔ قادسیہ 14 ہجری میں حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان جنگ ہوئی۔

حضرت مالک بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق بنو سلیم کے خاندان بنو ہجر سے تھا ۔غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ 12 ہجری میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

حضور انور نے دیگر بدری صحابہؓ حضرت نعمان بن عصر، حضرت عویم ساعدہ ، حضرت نعمان بن سنان ،حضرت عنترۃ مولیٰ سلیم

،حضرت نعمان بن عمرو رضوان اللہ اجمعین کا ذکر خیر فرمایا اور پھر آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور حقیقی توحید کا ادراک پیدا کرنے والا بنائے۔

آخر پر حضور انور نے دو جنازوں کا ذکر فرمایا۔ ان میں سے پہلے نواب مودود احمد خان صاحب امیر ضلع کراچی کا ذکر خیر فرمایا۔

آپ 14 جولائی 2019ء کو 78 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ آپ مشہور لاء فرم آرڈ گنم کے ساتھ 52 سال منسلک رہے۔ آپ کا شمار پاکستان کے سینئر کارپوریٹ وکلا میں ہوتا تھا۔ بین الاقوامی کمرشل قوانین، بنکنگ اور کارپوریٹ قوانین کے ماہر تھے۔ پاکستان کے کارپوریٹ قوانین کو بھی انہوں نے ترتیب دیا ہے۔

آپ نے اہلیہ محترمہ کے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کے بیٹے بھی وکالت منسلک ہیں۔

نواب مسعود احمد خان صاب کے بیٹے تھے۔ آپ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور نواب محمد علی خان صاحبؓ کے پوتے تھے۔ 1996ء میں امیر ضلع کراچی مقرر ہوئے۔ جماعت میں دیگر خدمات بھی انجام دینے کی توفیق ملی۔ ہمیشہ بچوں کو مسجد میں باجماعت نماز کی تلقین کرتے۔ مالی قربانی زیادہ کرنے کی تلقین کرتے۔ خلافت سے محبت اور وفا کا تعلق تھا۔

دوسرا ذکر خیر خلیفہ عبدالعزیز صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا کا فرمایا۔

آپ 9 جولائی 2019ء کو حرکتِ قلب بند ہوجانے سے 84 برس کی عمر میں وفات پاگئے۔

آپ کے خاندان کا تعلق جموں کشمیر سے تھا۔ آپ کے دادا حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونیؓ تھے۔ کینیڈا جماعت میں ان کی خدمات کا عرصہ نصف صدی سے زیادہ ہے۔ 2010ء میں حج کرنے کی توفیق ملی۔ صحت کی خرابی کے باجود بڑی ہمت سے فرائض پورے کرتے رہے۔ خلیفہ وقت اور مرکز کی ہدایات پر عمل کرانے کی کوشش کرتے۔ ملنسار، ہنس مکھ، معاملہ فہم، صائب الرائے اور خلافت گہری محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 2019ء

مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بدری صحابہ رضوان اللہ اجمعین کا ذکرِ خیر جاری رکھا اور فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا نام حضرت مظہر بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔

آپؓ اپنے بھائی حضرت ظہیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگِ بدر میں شامل ہوئے۔ آپؓ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں شہید ہوئے۔

20 ہجری میں آپؓ ملکِ شام سے بعض مزدوروں کو اپنی زمین پر کام کرنے کے لئے لے کر آئے۔ لیکن جب وہ خیبر پہنچے تو یہود دشمنوں نے ان کو حضرت مظہرؓ کے قتل پر اکسایا اور اس غرض کے لئے خنجر ان کو دے دئے۔ جب یہ قافلہ خیبر سے کچھ باہر آیا تو ان مزدوروں نے حضرت مظہرؓ پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا اور واپس خیبر آگئے۔ یہود دشمنوں نے ان کو انعام دے کر واپس شام کی طرف بھیج دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا پتہ چلا تو آپؓ نے فرمایا کہ اس کا بدلہ لیا جائے گا اور یہود کو خیبر سے نکال دیا جائے گا۔

ایک اور صحابی کا نام حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ آپؓ نے اسلام اس طرح قبول کیا کہ ایک مرتبہ آپؓ اپنے اونٹوں کو تلاش کرنے کے لئے نکلے تو انہیں آپؓ نے مدینہ سے باہر ایک پانی پینے کی جگہ پر پایا۔ یہاں پر ایک صحابی نے آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور توحید کے متعلق بتایا۔ آپؓ کو یہ پیغام پسند آیا۔ حضرت خریمؓ نے کہا کہ اگر کوئی شخص میرے اونٹوں کی حفاظت کا ذمہ لے تو میں ضرور جا کر اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں۔ اس صحابی نے اونٹوں کی حفاظت کا ذمہ لیا اور ان کو آپ کے گھر پہنچانے کے وعدہ کیا۔ چنانچہ حضرت خریمؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بوڑھے شخص کا کیا بنا جس نے تمہارے اونٹوں کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا کہ وہ تمہارے گھر ان کو پہنچا دے گا۔ اور اس نے ان کو تمہارے گھر پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نظارے کی خبر دے دی تھی۔ اس پر حضرت خریمؓ نے اسلام قبول کرلیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ آپ سے کہا کہ اے خریمؓ! اگر تم میں دو باتیں نہ ہوتیں تو تم بہت اچھے شخص ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ اے رسول اللہ، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ وہ دو باتیں کون سی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ لمبے بال رکھنا اور اپنے ازار یعنی پاجامہ کو فخر کی وجہ سے لمبا چھوڑ دینا۔ چنانچہ آپ نے فوراً ان دو امور کی اصلاح فرمالی۔

ایک اور صحابی کا نام حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ آپؓ کے بھائی کا نام ابو جندل تھا۔ آپؓ حبشہ کی ہجرت میں بھی شامل تھے۔ جب آپؓ حبشہ سے لوٹے تو آپؓ کے باپ نے آپ کو زبردستی اسلام سے واپس شرک کے مذہب میں شامل کروا لیا۔ حضرت عبداللہ بن سہیلؓ نے بظاہر اپنے باپ کی ہاں میں ہاں ملائی یعنی ظاہری طور پر ان کی بات مان لی لیکن دل سے اسلام کو نہ چھوڑا۔ جب جنگِ بدر کے لئے مکہ کے لوگ مسلمانوں پر حملہ کے لئے نکلے تو حضرت عبداللہ بن سہیلؓ بھی ان میں شامل تھے۔ لیکن جنگ سے قبل وہ اپنے بھائی کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حقیقت بیان کی اور اسلام قبول کرلیا۔

فتح مکہ کے دن حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ تعالیٰ نے اپنے والد کے لئے امان لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کر لی اور فرمایا کہ کوئی شخص سہیل بن عمرو کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ وہ شریف آدمی ہے اور اسلام سے دور نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دورِ خلافت کی ایک جنگ میں حضرت عبداللہ بن سہیلؓ شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگلی مرتبہ مکہ آئے تو تعزیت کے لئے ان کے والد حضرت سہیل بن عمروؓ کے پاس گئے۔ حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ شہید اپنے خاندان کے افراد کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مغفرت کی شفاعت کرے گا۔ مجھے امید ہے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس کے لئے میرا بیٹا اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرے گا۔

حضورِ انور نے اور بعض دیگر صحابہؓ حضرت رافع بن خدیج، حضرت مالک بن قدامہ، حضرت عمرو بن ایاس، حضرت مدلج بن عمرو، حضرت یزید بن حارث، حضرت عمیر بن حمام، حضرت حمید انصاری، حضرت عمرو بن معاذ بن نعمان اوسی، حضرت مسعود بن ربیعہ بن عمرو رضوان اللہ اجمعین کے دیگر اوصاف بیان فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ہم ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے والے ہوں۔

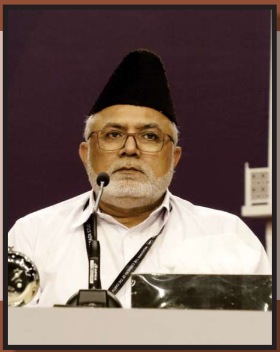

صدق سے میری طرف آؤ، اِسی میں خیر ہے

مکرم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب، ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد و دعوت الی اللہ و مفتی سلسلہ مرکزیہ، نمائندہ خصوصی مرکز

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شعر کا ایک مصرعہ ہے جس میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ دیگر انبیاء کی طرح میرے وجود کے ذریعہ بھی برکات ملتی ہیں مگر ہر بیعت کرنے والے کو نہیں ملتیں۔ جو صدق اور اخلاص کے ساتھ آئے گا وہ برکات سے حصہ پائے گا اور جو صدق اور اخلاص کے بغیر بیعت کرے گا اور بیعت کے بعد اپنے اندر صدق اور اخلاص پیدا نہیں کرے گا وہ برکات سے حصہ نہیں پائے گا۔

1۔ حضرت چوہدری حاکم علی صاحب پنیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ چک نمبر 9 بیان فرماتے ہیں:

کہ 1900ء کے قریب کی بات ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد مبارک میں صبح کی نماز کے بعد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اس وقت جو لوگ یہاں تیرے پاس موجود ہیں اور تیرے پاس رہتے ہیں ان سب کے گناہ میں نے بخش دیئے ہیں۔

2۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ جب لدھیانہ میں میں نے بیعت کی تو بیعت کے بعد ایک صوفی مزاج شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ سوالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ کیا آپؑ اپنی بیعت کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کروا سکتے ہیں؟ تو اس پر آپؑ نے جواب دیا کہ زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مناسبت شرط ہے اور اس کے لئے نیک اعمال کی ضرورت ہے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا یا ”جس پر خدا تعالیٰ کا فضل ہو جائے۔“

چنانچہ حضرت منشی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپؑ کے میری طرف دیکھ کر یہ فقرہ فرمانے سے اسی رات مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوگئی اور پھر اس کے بعد خوابوں میں زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

3۔ حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہندو مذہب چھوڑ کر احمدیت میں داخل ہوئے وہ بیان فرماتے ہیں:

کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تقریر فرما رہے تھے۔ حقائق و معارف کے بیان کا سلسلہ جاری تھا۔ دورانِ تقریر میرے دل میں خیال آیا کہ نام تو اس کا بھی غلام احمد ہے اور میرا بھی غلام احمد ہے۔ اس کے ساتھ تو خدا روز باتیں کرتا ہے اور میرے ساتھ کبھی بھی نہیں کرتا۔ جونہی میرے دل میں یہ خیال آیا اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ واسلام کو میرے دلی خیال کی اطلاع کر دی۔ آپؑ نے اسی وقت دورانِ تقریر ہی میری طرف دیکھ کر فرمایا ”ہاں جس پر خدا کا فضل ہو جائے۔“

اس کے بعد آپؑ نے پھر اپنا سلسلہ تقریر جاری رکھا مگر اسی دن سے مجھ پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات اور مکاشفات کے نزول کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

4۔ حضرت مولوی عبداللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساکن بھینی شرقپور ضلع شیخوپورہ والے بیان کرتے ہیں:

کہ ایک ایرانی بزرگ کو کئی مرتبہ ایران میں یہ الہام ہوا ”مقصود تو از قادیان حاصل می شود۔“ اِس پر وہ پوچھتے پاچھتے ایران سے پشاور اور پشاور سے قادیان پہنچے۔ قادیان کے بازار میں لوگوں سے فارسی زبان میں پوچھ رہے تھے ”مرزا صاحب کجا است۔ مسیح موعود کجا است۔“ مگر گاؤں کے لوگوں کو فارسی زبان سمجھ میں نہ آتی تھی اور وہ اُن کی بات کا جواب نہ دے سکتے تھے۔ اِسی اثناء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے گھر سے باہر نکلے اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ سیر کے لئے چل پڑے۔ ابھی چند قدم گئے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا کہ ایک آدمی آپؑ کو بازار میں تلاش کر رہا ہے جس پر آپؑ فوراً واپس پلٹے اور بازار کی طرف گئے۔ صحابہ کرامؓ بھی آپؑ کے ساتھ بازار کی طرف واپس چل پڑے۔ جب بڑے بازار میں چوک کے پاس پہنچے تو وہ ایرانی بزرگ مل گئے اور معلوم کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گلے سے چمٹ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہ صاحب بھی رونے لگے۔ جب اُن کے آنسو تھم گئے تو اُنہوں نے اپنی آمد کا سب ماجرہ بیان کیا اور یہ عظیم الشان نشان دیکھ کر تمام حاضرین کے ایمان میں رونق پیدا ہوئی۔

5۔ ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ میری زبان پر نہ جانے کیا بیماری لگی کہ میرا بولنا بند ہو گیا اور میں بات نہیں کر سکتا تھا۔ میں قادیان آیا اور میں نے کاغذ پر اپنی بیماری کی ساری کیفیت لکھ کر دعا کی درخواست کی۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر جانے لگے تو میں نے اپنی درخواست کا خط حضورؑ کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپؑ نے اُسے پڑھ کر کاغذ مجھے واپس کر دیا اور فرمانے لگے کہ جو لکھا ہے اُسے پڑھ کر سناؤ۔ میں بہت پریشان ہوا کہ بیماری کی وجہ سے میں تو بول نہیں سکتا، پڑھ کر کیسے سناؤں۔ میں نے دو تین بار ہاتھ کے اشارے سے انکار کیا اور حضورؑ کی طرف کاغذ بڑھایا۔ آخر حضورؑ کے چند بار فرمانے پر کہ جو لکھا ہے پڑھ کر سناؤ تو میں نے پڑھنے کے لئے منہ کھولا۔ منہ کھولتے ہی میری بیماری ختم ہو گئی اور میں نے سارا کاغذ پڑھ کر سنا دیا۔

6۔ امروہہ سے 50-60 سال کی عمر کا ایک بوڑھا شخص قادیان آیا۔ اُسے کانوں سے سنائی نہیں دیتا تھا۔ ربڑ کی ایک نلکی ہر وقت ہاتھ میں رکھتا تھا۔ ایک سرا اپنے کان میں لگا دیتا اور دوسرا سرا دوسرے شخص کے آگے کر دیتا۔ دوسرا شخص کافی زور سے بولتا تو اُسے کچھ سنائی دیتا تھا، ورنہ نہیں۔ وہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محفل میں پہنچے جب کہ آپؑ تقریر فرما رہے تھے۔ اُس نے عرض کی کہ حضورؑ مجھے کچھ سنائی نہیں دیتا۔ دعا کریں کہ میری سماعت ٹھیک ہو جائے۔ آپؑ نے فرمایا ہم دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے۔ اُسی وقت اُس کا بہرہ پن دور ہو گیا۔ اُس نے آپؑ کی ساری تقریر سن لی اور کہا کہ حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں نے آپؑ کی ساری تقریر سن لی ہے اور اِسی خوشی میں اُس نے ربڑ کی نلکی پھینک دی۔

7۔ ایک صحابی کی دونوں ٹانگوں میں درد ہوتا تھا۔ وہ بیساکھیوں کے سہارے چلا کرتے تھے۔ بہت علاج کروایا مگر آرام نہیں آیا۔ وہ علاج کی غرض سے قادیان گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح

الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی مہینے علاج کروایا مگر شفا نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نماز کے وقت ہم مسجد مبارک میں بیٹھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ جب آپؑ اپنے گھر سے مسجد میں تشریف لائے تو تمام حاضرین کھڑے ہو گئے مگر مجھے تکلیف کے باعث کھڑے ہونے میں دیر لگی۔ اُسی اثناء میں میرے ایک پاؤں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاؤں آ گیا۔ میری اُس ٹانگ کا درد اُسی وقت دور ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس جانے لگے تو میں نے عرض کی کہ حضور ہے تو بے ادبی کی بات مگر میری گزارش ہے کہ آپؑ میرے دوسرے پاؤں پر بھی اپنا پاؤں رکھ کر جائیں تا کہ اُس ٹانگ کا درد بھی ختم ہو جائے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے اُس پاؤں پر بھی اپنا پاؤں رکھا اور گھر تشریف لے گئے۔ آپؑ کے پاؤں رکھتے ہی میری اُس ٹانگ کا درد بھی ٹھیک ہو گیا۔ اُس کے بعد میری دونوں ٹانگیں مکمل تندرست ہو گئیں۔ اسی خوشی میں میں نے بیساکھیوں کو توڑ دیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے دوا خانہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ جب آپؓ فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی کہ حضورؓ! آپ نے چھ سات مہینے مجھے ٹانگوں کے درد کی دوائیاں دیں مگر فائدہ نہیں ہوا۔ آج مسجد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاؤں میرے پاؤں پر پڑنے کی وجہ سے میری ٹانگوں کا درد مکمل طور پر دور ہو گیا۔ یہ واقعہ سن کر آپؓ نے فرمایا: میں تو ایک معمولی حکیم ہوں جو دوا دارو ہی کر سکتا ہے مگر وہ تو خدا کا رسول ہے۔ میری دوائیاں خدا کے رسول کے وجود کی برکات کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

8۔ صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم بالعموم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہاتھ لگی ہوئی، بچی ہوئی روٹیاں اور لنگر کی بچی ہوئی روٹیوں کے ٹکڑے اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ ہمارے گھروں میں جب کوئی بیمار ہوتا تو ہم اُن روٹیوں کے ٹکڑوں کو جنہیں ہم بھور بھور کر ریزوں کی شکل میں کر دیتے تھے، پانی کے ساتھ کھلا دیتے تھے جس سے مریض ٹھیک ہو جاتے تھے۔ اسی طرح آپؑ کے بچے ہوئے کھانے کے ریزوں کو کھانے سے ہمارے یہاں مریضوں کو شفا مل جایا کرتی تھی۔

9۔ حضرت میاں محمد صدیق صاحب سیکھوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

کہ میری آنکھوں سے عموماً پانی بہتا رہتا تھا۔ جب مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام کا پتہ چلا کہ ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے'' تو میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حضورؑ کی پگڑی کا پلّہ اپنی آنکھوں پر پھیرنا شروع کیا جس سے میری آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

اسی طرح حضرت میاں محمد شریف صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

کہ میری آنکھوں میں ککرے تھے۔ میں نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پگڑی کا پلّہ اپنی آنکھوں پہ پھیرا تو میرے ککرے ٹھیک ہو گئے۔

ایک خاتون کو بھی آنکھوں کی کوئی تکلیف تھی۔ ہم سے سن کر اُس نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پگڑی کا پلّہ اپنی آنکھوں پر پھیرا تو اُسے بھی شفا ہو گئی۔

10۔ حضرت خواجہ عبدالرحمان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

کہ میرے والد محترم میاں شادی خان صاحبؓ مسجد مبارک میں اذان دیا کرتے تھے۔ ایک دن اُنہوں نے اذان نہ دی تو حضورؑ نے دادی صاحبہ سے پوچھا کہ آج شادی خان نے اذان نہیں دی۔ دادی صاحبہ نے عرض کیا کہ آج اُن کے گھٹنوں میں درد ہو رہا ہے اور چل نہیں سکتے۔ اسی لئے آج وہ جا کر اذان نہیں دے سکے۔ اُس وقت آپؑ خربوزہ کھا رہے تھے۔ آپؑ نے خربوزہ کی دو قاشیں اور دو چھلکے دادی صاحبہ کو دیئے اور فرمایا کہ شادی خان کو کہو کہ یہ دونوں قاشیں کھا لے اور دونوں چھلکے درد کی جگہ پر مل لے۔ ایسا کرتے ہی میرے والد میاں شادی خان صاحب کی درد دور ہو گئی اور آپؓ نے چل کر عصر کی اذان دی۔

11۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

کہ میرے اُستاد حضرت مولوی امام الدین صاحب گولیکیؓ کے صاحبزادے قاضی محمد اکمل صاحب جب گجرات میں ایف۔اے میں پڑھتے تھے، کو ٹی۔بی ہو گئی۔ حکیموں اور ڈاکٹروں سے بہت علاج کروائے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر ایک بڑے قابل حکیم نے حضرت مولوی امام الدین صاحب گولیکیؓ کو علیحدگی میں بتایا کہ مریض کی بیماری اب آخری مرحلے میں داخل ہو چکی ہے اس لئے علاج پر مزید خرچ نہ کریں لیکن مریض کو نہ بتائیں۔ حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولوی امام الدین صاحب گولیکیؓ کے ساتھ قادیان آیا۔ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ تب حضرت مولوی امام الدین صاحب گولیکیؓ نے عرض کی کہ کس طرح میرا بیٹا ٹی بی کا مریض ہے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے لا علاج قرار دے دیا ہے۔ حدیث میں ہے:

''سور المؤمن شفاء'' کہ مومن کا بچا ہوا کھانا شفا کا موجب ہوتا ہے۔ حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! کیا آپؑ ہمیں اپنا بچا ہوا کھانا عنایت فرمائیں گے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ لے لو۔ چنانچہ میں نے جس جس روٹی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک ہاتھ لگے تھے اُٹھایا اور اپنے صافے میں باندھ لیا۔ گاؤں جا کر اُن روٹیوں کے چھوٹے ٹکڑے کر کے بھوروں کی شکل میں تبدیل کیا اور قاضی محمد اکمل صاحب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بچی ہوئی روٹیوں کے ٹکڑے کھلانے شروع کئے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ٹی بی سے شفا دے دی۔ وہ صحت یاب ہوئے اور بڑی لمبی عمر پائی۔ تالیف اور تصنیف کے میدان میں جماعت کی بڑی خدمت کی۔

12۔ حضرت شیخ محمد افضل پٹیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ جب میں بیعت کے لئے قادیان آیا تو اُس وقت میرے ہاتھوں پر بڑی خطرناک قسم کی چنبل تھی۔ تین سال سے اس کا علاج کروا رہا تھا مگر کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔ بیعت کے وقت حضورؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور خوب زور سے دبایا۔ تکلیف تو مجھے سخت ہوئی مگر اندر سے میں بہت خوش تھا کہ جب خدا کا نبی میرے ہاتھ کو اتنے زور سے دبا رہا ہے تو بیماری ختم ہو جائے گی۔ بیعت کے تین چار دن بعد بیماری مکمل طور پر ختم ہو گئی۔ آج تیس چالیس سال کا زمانہ گزر گیا کبھی کوئی پھنسی یا پھوڑا نہیں نکلا۔

13۔ حضرت حافظ نبی بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں میری آنکھوں میں سفید موتیا ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کا مشورہ دیا۔ میں سخت پریشان تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی تو آپؑ نے فوراً دم کر کے اپنے منہ کا لعاب میری آنکھوں کو لگا دیا جس سے میرا موتیا ختم ہو گیا۔ آج اسی (80) سال کی عمر تک مجھے دوبارہ موتیا کی شکایت نہیں ہوئی۔

14۔ گجرات کے ایک ضعیف العمر صحابی بیان کرتے تھے کہ میرے پیٹ کی تلی بہت بڑھ گئی۔ حکیموں اور ڈاکٹروں کے علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ مایوسی کی حالت میں موت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اسی دوران میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ سنا تو اُمید کی کرن نظر آئی۔ میں فوراً قادیان گیا اور

دورانِ مجلس میں نے حضورؑ کی خدمت میں اپنی بیماری کی ساری کیفیت بیان کی۔ آپؑ نے فرمایا کہ اپنا کرتہ اُوپر اُٹھاؤ۔ آپؑ نے میرے پیٹ پر جو بہت بڑھا ہوا تھا پر ہاتھ پھیرا۔ اُسی وقت مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ بیماری مجھے کبھی ہوئی ہی نہیں تھی۔

15۔ میاں فیروز الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ میرے دونوں گھٹنوں میں بڑھاپے کے سبب بہت درد ہوتی تھی۔ دو آدمی مجھے سہارا دے کر اُٹھاتے تھے تو چند قدم چل لیتا تھا۔ ایک مرتبہ حضورؑ لاہور تشریف لائے۔ میں بھی آپؑ کی زیارت کے لئے حضرت صاحبؑ کے قریب ہی جا کر بیٹھ گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری طرف توجہ فرمائی اور پوچھا کیا حال ہے؟ میں نے کہا حضورؑ! میرے گھٹنوں میں بہت درد ہوتا ہے۔ چل پھر بھی نہیں سکتا۔ میری یہ عرض سن کر آپؑ نے فرمایا: اُٹھو، اُٹھو۔ میں نے عرض کی حضور! میں اُٹھ نہیں سکتا۔ تکلیف ہے۔ آپؑ نے فرمایا: میاں فیروز الدین! اُٹھو، اُٹھو۔ حضورؑ کے تین چار مرتبہ فرمانے پر میں نے احتراماً اُٹھنے کی کوشش کی اور بغیر کسی تکلیف کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کے بعد گھٹنوں کی درد ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ اِس واقعہ کے بعد میاں صاحبؓ چار پانچ سال زندہ رہے مگر اِس ضعیف العمری میں وفات تک دوبارہ گھٹنوں کی تکلیف نہیں ہوئی۔

16۔ ڈپٹی محمد بخش صاحب جو بٹالہ میں پولیس افسر تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف تھے۔ اُنہوں نے ایک مرتبہ قتل لیکھرام کے موقع پر حضورؑ کے مکان اور صندوقوں وغیرہ کی تلاشی بھی لی تھی۔ اُن کے صاحبزادے حضرت شیخ نیاز محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی بننے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں:

کہ ایک دفعہ مجھے گردے کی درد شروع ہوگئی جو بہت تکلیف دیتی تھی۔ اِس بیماری کا آغاز میرے بیعت کرنے کے بعد ہوا تھا جس کی بنا پر لوگ مجھے طعنے دیا کرتے تھے کہ تم نے مرزا (صاحبؑ) کی بیعت کی ہے اِس لئے سزا کے طور پر تمہیں یہ بیماری لگی ہے۔ ایک دفعہ میں قادیان گیا ہوا تھا کہ وہیں پر مجھے گردے کا درد شروع ہوگیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھا۔ خط کے حضورؑ کی خدمت میں جانے کے بعد جلد ہی درد ختم ہوگئی۔ جب حضورؑ نماز کے وقت باہر تشریف لائے تو فرمایا کہ میں نے آپ کے خط ملنے پر اُسی وقت دعا کی تھی۔ اب کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی کہ آپؑ کی دعا کی برکت سے اُسی وقت آرام آ گیا تھا۔ حضورؑ! آپؑ دعا کریں کہ یہ بیماری ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ فرمایا: ان شاء اللہ دعا کروں گا۔ بعد میں ساری عمر مجھے کبھی بھی گردے کی درد نہیں ہوئی۔

17۔ حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ ابھی مجھے بیعت کی توفیق نہیں ملی تھی کہ وزیر آباد میں مجھے پتہ لگا کہ لاہور میں مذاہبِ عالم کا جلسہ ہو رہا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مضمون بھی اس جلسہ میں پڑھا جائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبل از وقت یہ بتا دیا ہے کہ خدا نے مجھے یہ بشارت دی ہے کہ تمام مضامین کی نسبت میرا مضمون سب پہ بالا رہے گا۔ یہ دعویٰ اور اعلان سن کر میں بہت حیران ہوا۔ میں نے سوچا اس قدر مخالفت کے زمانہ میں مخالفین کے مجمع میں اس طرح کا دعویٰ کرنا خدا کی تائید کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ ان ایّام میں میں دونوں گھٹنوں میں درد کے باعث بہت بیمار تھا مگر یہ اعلان سن کر میری طبیعت میں بڑا جوش تھا کہ جس طرح بھی ہو جلسہ میں پہنچ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مضمون سننا چاہئے۔ چنانچہ میں اپنے ایک دوست اہلِ حدیث مولوی کو ساتھ لے کر جلسہ گاہ میں پہنچا اور جو اعلان سنا تھا ویسا ہی منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ہر مذہب وملّت کے افراد کی زبان پر یہی فقرہ جاری تھا کہ مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا مضمون سب پہ بالا رہا۔ جب حضورؑ کا مضمون ختم ہوا تو وہیں جلسہ گاہ میں میں نے خدا کے حضور دعا کی کہ اے اللہ! اگر مرزا صاحبؑ واقعی وہی شخصیت ہیں جن کے آنے کی خبر دی گئی ہے تو اُن کی برکت سے مجھے گھٹنوں کے درد کی اس بیماری سے شفا دے۔ چنانچہ جلسہ گاہ سے اُٹھ کر گیٹ تک پہنچتے پہنچتے میری بیماری مکمل طور پر ختم ہوگئی۔ آج میری عمر اَسی (80) سال کی ہوگئی ہے اور اُس وقت سے لے کر آج تک مجھے یہ بیماری دوبارہ نہیں ہوئی۔

18۔ حضرت مستری قطب الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ بیان کرتی ہیں:

کہ میرے والد نیا سونٹا بنا کر حضورؑ کی خدمت میں تحفہ دیا کرتے تھے اور پرانا سونٹا آپؑ سے لے لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میرے والد صاحبؓ نے نیا سونٹا بنا کر مجھے دیا کہ یہ جا کر حضورؑ کو دے آؤ اور حضورؑ کا پرانا سونٹا واپس لے آؤ۔ چنانچہ میں وہاں گئی اور نیا سونٹا حضورؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اندر کمرے سے جا کر میرا پرانا سونٹا لے آؤ۔ جب میں وہ لے کر باہر آئی تو آپؑ نے فرمایا یہ گھر لے جاؤ کیونکہ جس گھر میں یہ سونٹا ہوگا وہاں سانپ کبھی نہیں آئے گا۔ چنانچہ مدتوں تک وہ سونٹا ہمارے گھر میں رہا جس کی برکت سے کبھی بھی کوئی سانپ ہمارے گھر میں داخل نہیں ہوا۔

19۔ بٹالہ کے ایک نوجوان صحابی حضرت شیخ عبدالرشید صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی:

کہ میرا باپ مجھے عاق کرنے والا ہے جس سے میں محروم الارث ہوجاؤں گا۔ حضورؑ نے شیخ صاحبؓ کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا: گھبراؤ مت اور مجھے دعا کے لئے یاد دلاتے رہو۔ خدا بہتر سامان کرے گا۔ چنانچہ دس دن کے بعد بٹالہ سے خبر آئی کہ شیخ صاحبؓ کا باپ مر گیا ہے اور اپنے بیٹے کو عاق کرنے کا اسے موقع ہی نہیں مل سکا۔

20۔ حضرت خانزادہ امیر اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوبہ خیبر کے رہنے والے تھے۔ اُنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں خط لکھا کہ میرا ایک غیر احمدی کزن ہر لحاظ سے مجھ سے طاقتور ہے اور میرا دشمن ہوگیا ہے۔ دو تین مرتبہ اس نے ہم سے لڑائی بھی کی ہے۔ مجھے سخت پریشانی ہے کیونکہ اس نے ہمارے خلاف مقدمات کا سلسلہ بھی قائم کیا ہوا ہے۔ حالات بہت ہی نازک ہیں۔ اگر وہ ہمارے ہاتھوں مارا گیا تو ہمیں جیل ہو جائے گی اور اگر ہم اس کے ہاتھوں مارے گئے تو وہ جیل چلا جائے گا۔ دونوں گھرانے برباد ہو جائیں گے۔ اِس خط کے جواب میں حضورؑ نے فرمایا: میں نے آپ کے لئے دعا کی ہے۔ آپ درود شریف اور استغفار بہت پڑھا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو امن سلامتی دے گا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خط آنے پر ساتویں دن میرا وہ چچا زاد بھائی بخار میں مبتلا ہوا اور تیسرے چوتھے روز مر گیا۔ جس دن وہ مرا اُسی دن ہمارے ساتھ ایک فوجداری مقدمہ میں سرکاری عدالت میں ہم دونوں کی پیشی تھی مگر حضورؑ کی دعاؤں کی برکت سے جو اُس کی موت واقع ہوئی اُس کے نتیجہ میں ہم دونوں خاندانوں کے افراد کو کامل امن اور سلامتی حاصل ہوئی۔

21۔ حضرت چوہدری احمد دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساکن آنبہ ضلع شیخوپورہ نے ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی کہ میرے شرکاء نے مجھ پر کئی مقدمات دائر کر رکھے ہیں اور میں بہت سی مشکلات میں مبتلا ہوں۔ یہ سن کر حضورؑ نے آپؓ کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: احمد دین! خدا تعالیٰ آپ پر فضل کرے گا۔ آپؑ نے دو دفعہ ایسا ہی فرمایا۔ چنانچہ اس کے بعد

آپؓ کو خدا تعالیٰ نے ان تمام مقدمات سے رہائی بخشی اور فیصلے آپؓ کے حق میں ہو گئے۔

22۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قادیان جاتے ہوئے میں جالندھر میں منشی علی گوہر کے پاس ٹھہرا تا کہ اُن کو بھی ساتھ لے کر قادیان جاؤں۔ منشی صاحب کی اُن دنوں اڑھائی روپے ماہوار پینشن تھی اور سخت تنگی سے گزارا ہوتا تھا۔ میرے جانے پر اُنہوں نے میری بڑی پُر تکلف خاطر تواضع کی۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ اس تنگدستی کی حالت میں گھر سے ایک دو برتن بیچ کر میری دعوت کا انتظام کیا ہے جس کا مجھے دل میں بہت صدمہ ہوا۔ اگلے دن ہم قادیان کے لئے چل پڑے۔ میں نے اُن کا بھی ٹکٹ لے لیا۔ وہ اپنے ٹکٹ کی رقم مجھے دینے پر اصرار کرنے لگے مگر میں نے اُن سے پیسے نہ لئے اور کہا کہ آپ یہی پیسے حضورؑ کی خدمت میں نذرانہ کے طور پر پیش کر دیں۔ چنانچہ منشی صاحب نے قادیان جا کر حضورؑ کی خدمت میں دو روپے نذرانہ پیش کیا جب کہ اُن کی ماہوار پینشن اڑھائی روپے تھی۔ ہم سات آٹھ دن قادیان میں رہے۔ جب ہم واپس آنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رخصت لی۔ آپؑ ہم سے مل کر اندر واپس جانے لگے تو منشی صاحب سے فرمایا کہ آپ ذرا ٹھہر جائیں۔ میں یہ سن کر ذرا پرے ہٹ گیا اور فاصلے پر کھڑا ہو گیا کہ پتہ نہیں حضورؑ نے ان سے کیا بات کرنی ہے۔ جب آپؑ گھر سے باہر آئے تو آپؑ نے اُنہیں بارہ روپے دیئے۔ یہ دیکھ کر منشی صاحب رونے لگے اور کہا کہ حضور! میں نے تو آپؑ کی خدمت کرنی ہے یا آپؑ نے مجھے پیسے دینے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیسے دینے پر اصرار کرنے لگے مگر منشی صاحب روتے چلے گئے اور پیسے نہیں لے رہے تھے۔ اِس پر حضورؑ نے مجھے آواز دی اور فرمایا کہ یہ آپ کے دوست ہیں اور آپ ہی انہیں سمجھائیں کہ پیسے رکھ لیں۔ میں نے منشی صاحب کو سمجھایا کہ یہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تبرک ہے اسے لے لو۔

چنانچہ منشی صاحب نے اصرار کے بعد وہ رقم لے لی۔ جب ہم واپس جالندھر آئے تو منشی صاحب کو بارہ روپے ماہوار تنخواہ کی نوکری مل گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان میں جماعت کے زیرِ انتظام بچوں کے لئے سکول کا اجراء فرمایا اور افرادِ جماعت کو تحریک کی کہ وہ اپنے بچوں کو اس سکول میں داخل کروائیں۔ چنانچہ مخلصین جماعت نے اپنے بچے اس سکول میں داخل کرائے۔ اُس زمانہ میں قادیان ایک معمولی گاؤں کی حیثیت رکھتا تھا جو ہر قسم کی دنیاوی سہولتوں سے محروم تھا۔ مخلصین جماعت نے ہر قسم کی دنیاوی سہولتوں سے محروم اس بستی کے سکول میں اپنے بچے اس لئے داخل کروائے تا اُن کے بچے تعلیم کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوں اور آپؑ کی مجالس میں بیٹھ کر آپؑ کی روحانی صحبتوں سے فیضیاب ہوں۔

23۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ طاعون کے ایّام میں ایک طالبِ علم محمد حیات کو طاعون ہو گئی تو اسے فوراً باغ میں بھیج کر علیحدہ کر دیا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں بھیجا کہا اُسے جا کر دیکھیں۔ اُس وقت اُسے چھ گلٹیاں نکلی ہوئی تھیں اور سخت تیز بخار تھا۔ پیشاب کے راستہ خون بھی آتا تھا۔ آپؓ نے اس کا معائنہ کیا اور خدشہ ظاہر کیا کہ یہ بچہ آج رات رات میں ہی مر جائے گا اور اس کے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

حضرت منشی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس پردیسی طالبِ علم محمد حیات کی تکلیف اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی رائے کا اظہار کر کے دعا کے لئے عرض کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''میں دعا کرتا ہاں۔'' بچہ کی شدید تکلیف کے سبب ہم سب رو رہے تھے۔ میں نے روتے روتے عرض کی کہ حضورؑ! دعا کا وقت نہیں رہا، سفارش فرمائیں۔ حضورؑ نے میری طرف مڑ کر دیکھ کر فرمایا: بہت اچھا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ ہم مسجد مبارک کی چھت پر جا کر سو گئے۔ رات کے دو بجے کے قریب حضورؑ چھت پر تشریف لائے اور فرمایا: حیات خان کا کیا حال ہے؟ ہم میں سے کسی نے کہا کہ شاید مر گیا ہو۔ آپؑ نے فرمایا: جا کر دیکھو۔ ہم باغ میں گئے تو دیکھا کہ حیات خان قرآن شریف پڑھتا اور باغ میں ٹہلتا پھرتا تھا۔ اُس نے ہمیں کہا کہ میرے پاس آ جاؤ کیونکہ اب مجھے کوئی گلٹی یا بخار نہیں اور میں بالکل ٹھیک ہوں۔ جب ہم اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ اُسے کوئی شکایت باقی نہ تھی۔ نہ گلٹی تھی اور نہ بخار تھا۔ واپس آ کر ہم نے عرض کی کہ حضور! اس کو تو بالکل آرام ہے۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ وہ زمانہ جب ملک طاعون کے طوفان کی لپیٹ میں تھا اور ایک ایک گلٹی اور بخار ہی چوبیس گھنٹے کے اندر اندر انسان کی موت کا پیغام بن کر آتا تھا۔ اُس وقت بچہ کو ایک کی بجائے چھ چھ گلٹیاں، شدت کا بخار اور پیشاب کے راستے خون کا آنا اور ماہر طبیب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی رائے میں اسی رات اس کا مر جانا یقینی تھا۔ لیکن ہوا کیا کہ ایک طرف تو اس بچے کے والدین کا اخلاص جس کے تحت انہوں نے اسے دینی اور روحانی تربیت کی خاطر پردیس میں قادیان بھجوایا تھا اور دوسری طرف زمانے کے نبی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب تمام حالات سے آگاہی دی گئی تو ان کی بے چینی اور پریشانی نے اُنہیں سونے نہیں دیا بلکہ وہ دعاؤں میں لگ گئے۔ وہ دعائیں خدا کی رحمت کو کھینچ لائیں۔ دو بجے کے قریب اُنہیں خدا نے بچے کی صحت یابی کی بشارت دی تو آپؑ نے صحابہ کرامؓ کو بھجوایا کہ جا کر اس بچے کو دیکھو۔ بچہ بالکل تندرست اور قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا۔

24۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس تحریک پر حیدرآباد دکن کے ایک مخلص گھرانے نے اپنا بچہ عبدالکریم قادیان کے سکول میں داخل کروا دیا۔ اُس بچہ کو بورڈنگ ہاؤس کے صحن میں ایک پاگل کتے نے کاٹ لیا۔ اُس زمانہ میں ہندوستان میں برطانوی حکومت کا راج تھا۔ حکومتِ برطانیہ نے کسولی کے مقام پر پاگل کتوں کے کاٹنے کے علاج کی خاطر ایک ہسپتال بنوا رکھا تھا۔ عبدالکریم کو وہاں علاج کے لئے بھجوا دیا گیا۔ کسولی کے ہسپتال میں عبدالکریم کی کیفیت کی اطلاع دی گئی تو کسولی کے ہسپتال کی طرف سے سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کے نام تار آیا:

Sorry! Nothing can be done for Abdul Karim

(یعنی عبدالکریم کے لئے اب کچھ نہیں کیا جا سکتا۔) ڈاکٹر کی طرف سے یہ بھی مشورہ دیا جا رہا تھا کہ اِس بچہ کی موت اب یقینی ہے اور اس سے دوسرے لوگوں کو نقصان سے بچانے کی خاطر اسے از خود زہر کا ٹیکہ لگا کر مار دیا جائے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عبدالکریم کی یہ کیفیت اور ڈاکٹروں کا جواب بتایا گیا تو آپؑ کے سامنے بچہ کے والدین کا اخلاص اور بچہ کی پردیس میں اس موت کا تصور بہت گراں گزرا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر ڈاکٹروں کے پاس اس کا علاج نہیں تو ہمارا خدا قادر ہے۔ وہ تو ہر بیماری سے شفا دے سکتا ہے۔ چنانچہ آپؑ خدا کی بارگاہ میں دعائیں کرتے ہوئے جھک گئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اس بچہ کی شفایابی کی خبر آپؑ کو مل گئی۔ اِس واقعہ پر آج ایک صدی سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔ آج بھی میڈیکل سائنس کے ماہرین کہتے ہیں کہ جسے پاگل کتا کاٹ کھائے اُس پر پاگل پن کا حملہ ہونے سے پہلے پہلے اُس کا علاج ہو سکتا ہے۔ پاگل پن کا حملہ

ہونے کے بعد اس کا علاج ابھی تک دریافت نہیں ہوا۔

25۔ منشی عطاء محمد صاحب پٹواری ونجواں ضلع گورداسپور میں تعینات تھے۔ شادی کو بارہ برس گزر چکے تھے۔ اولاد کی خاطر تین شادیاں کیں مگر اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ اُن کے ایک احمدی دوست نے اُنہیں تحریک کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے برگزیدہ ہیں۔ اُن کی دعائیں کثرت کے ساتھ قبول ہوتی ہیں۔ ممکن ہے کہ اُن کی دعا سے آپ پر فضل ہو جائے۔ تم اُن کی خدمت میں دعا کا خط لکھو کہ تین شادیوں کے باوجود اولاد کی نعمت سے محروم ہوا اور آپؑ میرے لئے دعا کریں۔ اس صحابی کی تحریک پر منشی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں تفصیل سے خط لکھا کہ میری تین بیویاں ہیں مگر اولاد سے محروم ہوں۔ آپؑ دعا فرمائیں کہ میری سب سے بڑی بیوی سے اللہ تعالیٰ مجھے صاحب اقبال بیٹا عطا فرمائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جواب آیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کے مطابق بڑی بیوی سے ہی آپ کو بیٹا دے گا بشرطیکہ آپ حضرت زکریاؑ والی توبہ کریں۔ منشی صاحب کے پوچھنے پر ایک صحابی نے انہیں بتایا کہ زکریا والی توبہ یہ ہے کہ نماز روزہ شروع کریں۔ رشوت لینی چھوڑ دیں۔ مال حرام ترک کر دیں اور رزق حلال کھائیں۔

منشی صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلے ہر قسم کے عیوب میں مبتلا تھے۔ رشوت بھی خوب لیتا تھا اور افسران بالا کو بھی دیتا تھا، شراب کا رسیا تھا۔ دین سے بالکل بیگانہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خط آنے پر میں نے توبہ کی، نمازیں پڑھنی شروع کیں، رشوت لینی و دینی چھوڑ دی۔ چنانچہ آپؑ کی دعاؤں سے نو، دس ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑی بیوی سے تندرست صاحبِ اقبال بیٹا عطا فرمایا جس کا نام عبدالحق رکھا گیا۔ وہ بچہ شیخ عبدالحق انجینیرنگ کی تعلیم پا کے ایس۔ڈی۔او (SDO) کے طور پر ملازمت کرتا رہا۔

26۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ ایک شخص شملہ میں رہتا تھا مگر بڑا عیاش طبیعت تھا۔ اُس کی بہن بڑی مخلص احمدی تھی۔ وہ حاملہ تھی اور حالات سے وہ سمجھتی تھی کہ اس دفعہ وہ ایام حمل میں بچ نہیں سکے گی۔ کیونکہ اُسے تکلیف بہت تھی اِس لئے اُس نے اپنے بھائی کو مجبور کیا کہ اُسے قادیان پہنچا دے۔ چنانچہ بہن کے اصرار پر وہ اُسے قادیان لے آیا۔ کچھ دنوں کے بعد جب بچہ پیدا ہونے لگا تو پیروں کی طرف سے تھوڑا سا نکل کر اندر ہی مر گیا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا روتی ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ یہ حالت ہے اور عورت مرنے والی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں ابھی دعا کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپؑ بیت الدعا میں جا کر دعا میں مصروف ہو گئے۔ دو چار ہی منٹ کے بعد وہ مردہ بچہ خود بخود ہی اندر جانا شروع ہو گیا اور پھر پلٹا کھا کر سر کی طرف سے باہر نکل آیا۔ حالانکہ بچہ مرا ہوا تھا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے وہ عورت بچ گئی۔ اُس عورت کا بھائی جو آوارہ اور عیاش طبع انسان تھا۔ یہ نشان دیکھ کر توبہ کر کے اُسی وقت احمدی ہو گیا۔ اور بعد میں صوفی صاحب کے نام سے مشہور ہو گیا۔

27۔ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ریاست پٹیالہ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں:

کہ میری شادی کے چھ ماہ بعد میرے خاوند مجھے لے کر قادیان آ گئے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام ایک خط لکھا اور مجھے کہا کہ حضورؑ کے گھر جا کر یہ خط خود حضورؑ کے ہاتھ میں پکڑا دینا۔ چنانچہ میں وہ خط لے کر گئی اور حضورؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خط پڑھ کر مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ کے میاں ڈاکٹر ہیں؟ میں نے عرض کی کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ کیا حکیم ہیں؟ میں نے عرض کی کہ نہیں۔ اِس پر حضورؑ نے فرمایا کہ وہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ تمہارے ہاں اولاد نہیں ہو سکتی؟ اللہ تعالیٰ تو تمہیں اتنی اولاد دے گا کہ تم سنبھال نہ سکوگی۔ چنانہ موصوفہ بیان کرتی ہیں کہ اِس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے سولہ بچے دیئے۔

حضرت مفتی فضل الرحمان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں دو بیٹیاں اور دو کم سن بیٹے تھے۔ دونوں بیٹے پیدائشی طور پر گونگے اور بہرے تھے۔ بیٹوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ایک بیٹی عطا کی جس کی پیدائش کے بعد اُن کا ایک بیٹا فوت ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دوسرا بیٹا بھی فوت ہو گیا۔ وہ بہت غمگین تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرے بیٹے کی وفات پر تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نعم البدل عطا فرمائے گا۔ حضرت مفتی صاحبؓ نے عرض کی کہ حضورؑ! پہلے دو بیٹے جو گونگے اور بہرے تھے اور دونوں ہی فوت ہو گئے۔ اگر آئندہ بھی بیٹی ہی پیدا ہوئی تو وہ نعم البدل تو نہ ہو گی۔ اِس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسکرا کر فرمایا: ہمارے خدا کو تو یہ بھی طاقت ہے کہ آئندہ لڑکیوں کا سلسلہ ہی منقطع کر دے۔ چنانچہ مفتی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ اُس کے بعد میری اِس بیوی کے بطن سے سات بچے پیدا ہوئے جو سب کے سب لڑکے تھے اور لڑکی کوئی نہیں ہوئی۔

جن لوگوں نے صدق اور اخلاص کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی اور عمر بھر اطاعت کرتے رہے اُن کو خدا تعالیٰ نے بڑے بڑے فضلوں سے نوازا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ:

”میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور اُن کے نفوس اور اموال میں برکت دوں گا اور اُن میں کثرت بخشوں گا۔“

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن، جلد 5 صفحہ 648)

صدق و اخلاص کے ساتھ بیعت کرنے والے آپؑ کی صحبت میں بیٹھنے والے اور اخلاص کے ساتھ آپؑ کی اطاعت کرنے والے صحابہؓ کو خدا تعالیٰ نے روحانی نعمتوں سے بھی مالا مال کیا۔ اللہ تعالیٰ کثرت کے ساتھ اُن کی دعائیں قبول کرتا تھا۔ اُن کے مخالفین اور دشمنوں کو ہر میدان میں ناکام اور رسوا کرتا تھا۔ اُن پر قرآنی علوم نازل کرتا تھا اور کثرت کے ساتھ اُنہیں اپنی وحی والہام اور بشارت سے نوازتا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد اُن برکات کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ آپؑ کے خلفاء کے ذریعہ اُن برکات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ مگر اُن برکات سے حصہ اُنہیں کو ملے گا جو صدق و اخلاص کے ساتھ خلفاء کی اطاعت کا نمونہ دکھائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے، ایسا ایمان، جو اُس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں، اور وہ ایمان نفاق اور بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں، ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔“

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن، جلد 20 صفحہ 9 طبع اوّل)

احمدیہ گزٹ کینیڈا میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

اشتہارات کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ کریں۔

مبشر احمد خالد

فون نمبر: 647-988 3494

ای میل: manager@ahmadiyyagazette.ca

سلامتی کونسل میں مسئلہ کشمیر اور پاکستان کے پہلے وزیرِ خارجہ

ابونائل مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب

گذشتہ چند ہفتوں سے کشمیر کا مسئلہ ایک بار پھر دنیا کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ 16 اگست 2019ء کو اس مسئلہ کے بارے میں سلامتی کونسل کا اجلاس بھی ہوا۔ اس معاملہ پر ساری بحثوں میں کشمیر کے بارے میں سلامتی کونسل کی وہ قراردادیں ایک اہمیت رکھتی ہیں جنہیں 1948ء میں سلامتی کونسل نے منظور کیا تھا۔ اس وقت بھارت کی حکومت کی درخواست پر سلامتی کونسل میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا تھا۔ اس وقت بھارت کے وفد کی قیادت گوپال سوامی آئینگر صاحب کر رہے تھے۔

مسٹر آئینگر پانچ چھ سال ریاست کشمیر کے وزیرِ اعظم رہ چکے تھے اور آزادی کے بعد انہیں بھارتی کابینہ میں بغیر محکمہ کے وزیر کے طور پر شامل کیا گیا تھا۔ اور پاکستانی وفد کی قیادت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کر رہے تھے جنہیں تقریباً تین ہفتہ پہلے پاکستان کا وزیرِ خارجہ مقرر کیا گیا تھا۔ اس مضمون کا مقصد ان بحثوں پر جو اس وقت سلامتی کونسل میں ہوئیں یا سلامتی کونسل کی قراردادوں پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں ہے۔ لیکن جب بھی کوئی سفارت کار ایک اہم مسئلہ پر سفارتی جنگ لڑتا ہے اور بحث کرتا ہے تو اس کی کارکردگی کا اسی طرح جائزہ لیا جاتا ہے جس طرح میدانِ جنگ میں کسی جنرل کی کارکردگی کو پرکھ کر اس کی صلاحیتوں کے بارے میں رائے قائم کی جاتی ہے۔

جب ہم سلامتی کونسل میں پاکستان کے پہلے وزیرِ خارجہ کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں تو اس کے تین پہلو ہو سکتے ہیں۔

☆ یہ دیکھا جائے کہ آپ کے ساتھیوں نے کس رائے کا اظہار کیا؟

☆ دوسرے یہ دیکھا جائے کہ آپ کے مخالفین نے آپ کی صلاحیتوں کے بارے میں کیا رائے قائم کی؟

☆ اور تیسرے غیر جانبدار مورخین نے آپ کی کاوشوں پر کیا تبصرہ کیا؟

سب سے پہلے تو یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کے ساتھیوں کی کیا رائے تھی؟ پاکستان کے وفد میں آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار محمد ابراہیم خان صاحب بھی شامل تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

سلامتی کونسل کے اجلاس میں ناکامی کے بعد بھارتی مندوب سر گوپال سوامی آئینگر اور شیخ عبداللہ کے درمیان آپس میں سخت کلامی بھی ہوتی رہی۔ کیونکہ شیخ عبداللہ صاحب سر آئینگر پر الزام لگاتے تھے کہ وہ پاکستان کے مندوب اور وزیرِ خارجہ چوہدری ظفر اللہ کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ چنانچہ بھارت کے دونوں نمائندے اسی طرح ایک دوسرے سے الجھتے ہوئے نیویارک سے نئی دہلی روانہ ہو گئے۔

(کشمیر کی جنگِ آزادی، مصنفہ سردار محمد ابراہیم خان صاحب، ناشر کلاسیک لاہور، مارچ 1966ء، صفحہ 196)

اس وقت پاکستان کے وفد کے ایک اور رکن چوہدری محمد علی صاحب بھی تھے۔ چوہدری محمد علی صاحب بعد میں پاکستان کے وزیرِ خزانہ اور پھر وزیر اعظم بھی بنے۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

Zafrullah Khan's masterly exposition of the case convinced the Security Council that the problem was not simply one of expelling so called raiders from Kashmir.

(Ali, C.M. (1956)
The Emergence of Pakistan.
Lahore: Research Society Pakistan, p.301)

ترجمہ: ظفر اللہ خان کے ماہرانہ تجزیے نے سلامتی کونسل میں اس بات کو منوا لیا کہ مسئلہ صرف ان نام نہاد حملہ آوروں کو کشمیر سے نکالنے کا نہیں تھا۔

آزاد کشمیر کی ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس محمد یوسف صراف صاحب تحریر فرماتے ہیں:

the brilliant role played by the Pakistani delegation headed by Sir SirZafrullah has to be looked at Sir Zafrullah's excellent exposition of our case which resulted in deceitful and Machiavellian complaint in her proper place-the dock,has won him a pride of place in the history of Pakistan-Kashmiris will gratefully cherish his memory, generation after generation.

(Saraf, M.Y. (1971)
Kasmiris Fight - for Freedom
Pakistan, vol.2.
Lahore:Ferozsons, p.1050)

ترجمہ: سر ظفر اللہ کی قیادت میں پاکستان کے وفد نے جو شاندار کردار ادا کیا، اس کا جائزہ لینا چاہئے۔ سر ظفر اللہ نے جس شاندار طریق پر ہمارے مقدمے کی تفصیلات پیش کیں، اس نے دھوکہ دینے والی اور میکاولین انداز کی شکایت کو اس کے صحیح مقام یعنی ملزم کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا۔ اس نے انہیں پاکستان کی تاریخ میں ایک قابلِ فخر مقام دلا دیا اور کشمیری نسل در نسل احساسِ تشکر کے ساتھ ان کو یاد کریں گے۔

مشہور کشمیری لیڈر شیخ عبداللہ صاحب بھارتی وفد کے ایک اہم ممبر تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

سر ظفر اللہ ایک ہوشیار بیرسٹر تھے۔ انہوں نے بڑی ذہانت اور چالاکی کا مظاہرہ کر کے ہماری محدود سی شکایت کو ایک وسیع مسئلے کا روپ دے دیا اور ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم کے سارے پُر آشوب پس منظر کو اس کے ساتھ جوڑ دیا۔ ہندوستان پر لازم تھا کہ وہ اپنی شکایت کا دائرہ کشمیر تک ہی محدود رکھتا۔ لیکن وہ سر ظفر اللہ کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر رہ گیا۔

(آتشِ چنار مصنفہ شیخ عبداللہ صاحب، پبلشر علی اینڈ سنز سری نگر، 1986ء، صفحہ 473)

پروفیسر بال راج مادھوک جو کہ دو مرتبہ بھارتی پارلیمنٹ کے رکن رہے اور ان کا تعلق بھی کشمیر سے تھا لکھتے ہیں:

No wonder therefore that the statements and speeches made by him on different occasions as also the statements and speeches of Pt.

Nehru provided Zafarullah with the stick to beat India with.

(Kasmir The Storm Centre of the world , by Bal Raj Madhok , p.53)

ترجمہ: پھراس میں کیا تعجب ہے کہ انہوں نے (یعنی شیخ عبد اللہ صاحب نے) مختلف مواقع پر جو بیانات دیئے تھے اور تقاریر کی تھیں اور پنڈت نہرو کے بیانات اور تقاریر نے ظفر اللہ کے ہاتھ میں وہ چھڑی پکڑا دی تھی جس سے وہ ہندوستان کی پٹائی کرتے رہے۔

اب یہ جائزہ لیتے ہیں کہ غیر جانبدار مورخین نے کیا رائے دی ہے۔

امریکی مورخ پروفیسر سٹینلے وولپورٹ (Stanley Wolpert) جو کہ برصغیر کے تاریخ پر ایک سند ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے، اور اسی سال ان کا انتقال ہوا ہے، قائدِ اعظم کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں:

Jinnah had no strength to fly to New York for UN debate on India and Pakistan, but foreign minister Sir Muhammad Zafrullah Khan performed brilliantly as Pakistan' s advocate before the Security Council; he was judicious, articulate often eloquent in presenting his case while refuting India's charges.

(Wolpert S. (2006) -Jinnah of Pakistan - Karachi : University Press, p. 357)

ترجمہ: جناح کی صحت اس قابل نہیں تھی کہ پاکستان اور بھارت کے معاملہ میں بحث کے لئے نیویارک کا سفر کر سکیں لیکن پاکستان کے وزیرِ خارجہ نے پاکستان کے وکیل کی حیثیت سے بڑی ذہانت کا مظاہرہ کیا۔ وہ مدبرانہ، سلیس اور اکثر فصیح انداز میں ہندوستان کے الزامات کو رد کرتے رہے۔

ایچ وی ہڈسن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

The Indian Government,however, was, grievously disappointed by the reception of its appeal to the Security Council, which it had naively hoped would at once take india's part, without reserve , as the victim of aggression. Its representatives proved no match, as a contending council, for Pakistan's Sir Muhammad Zafrullah Khan.

(Hodson H. V.(1969) The Great Divide . London, UK: Hutchinson & Co., p.469

ترجمہ: جس طرح ہندوستان کی اپیل کو سلامتی کونسل میں سنا گیا، اس سے ہندوستان کی حکومت کو سخت مایوسی ہوئی۔ ان کی بچگانہ سوچ تھی کہ سلامتی کونسل فوراً بغیر کسی جھجک کے ہندوستان کی حمایت کرتے ہوئے، اس کو جارحیت کا نشانہ قرار دے گی۔ لیکن اس کے نمائندے پاکستان کے سر محمد ظفر اللہ خان کے مقابلے کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

سیاسی معاملہ میں ہر کسی کو اختلاف یا اتفاق کا حق حاصل ہوتا ہے۔ لیکن یہ مرحلہ بھی پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ اور اس حوالے سے اسے یاد رکھنا بھی ضروری ہے۔

بقیہ از کشمیر قرارداد اور ٹوٹتے وعدے

چنانچہ اپریل کے اواخر میں باقاعدہ کشمیر کے محاذ پر جنگ چھڑ گئی۔ (پاکستان کی خواہش تھی کہ وقت ضائع کئے بغیر سلامتی کونسل وزیر اعظم ہندوستان پنڈت جواہر لال نہرو کو فوجیں واپس بلوا کر فوری استصواب رائے کا کہے۔)

اقوام متحدہ کی طرف سے یہ کمشن اور بعد میں دوسرے کمشن بھی مختلف تجاویز پیش کرتے رہے، اس کے حل کے لئے خطے میں آتے رہے لیکن کشمیریوں کو ستر سال سے زائد عرصے سے استصواب رائے کا حق نہ مل سکا۔ یو این او کی بھی کمزوری رہی کہ وہ اپنی ہی قراردادوں پر عمل نہ کرا سکا۔ عالمی طاقتوں کے بھی مفاد میں رہا اور انڈیا پاکستان کی ناک کا بھی مسئلہ رہا کہ کشمیر سلگتا رہے اور واحد منصفانہ حل یعنی کشمیریوں کی آزادانہ رائے تک نہ پہنچ پائے کشمیریوں پر ظلم کی سیاہ رات بہتّر (72) سال تک طویل ہو گئی۔ ڈل جھیل کسی کشمیری کے اٹوٹ انگ یا شہ رگ سے نکلے خون سے سرخ ہوتی رہی، اور اس جنگ کے اثرات کئی دفعہ دنیا کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیتے رہے۔

نوٹ: اس مضمون کی تیاری کے لئے درج ذیل ذرائع سے مدد لی گئی: 1۔ تحدیث نعمت مصنفہ محمد ظفر اللہ خان

2. Demystifying Kashmir by Navnita Behera

3. www.unscr.com

تہنیت نامہ

مکرم جمیل الرحمٰن جمیل صاحب ہالینڈ

تحیر سے نہ تو پلکیں جھپک ایسا بھی ہوتا ہے
زمیں ایسی بھی ہوتی ہے فلک ایسا بھی ہوتا ہے

حدِ انکار سے اپنی زمانہ جب گزر جائے
دکھاتا ہے خدا اپنی چمک ایسا بھی ہوتا ہے

خلافت پانچویں اور پانچواں اسلام کا مرکز
تطابق میں کہاں اب کوئی شک ایسا بھی ہوتا ہے

ملائک کے لئے کھلتی ہے رہ تازہ گواہی کی
ادھر جاتی ہے جب دل کی سڑک ایسا بھی ہوتا ہے

وہ بارودِ حسد جو ڈھیر ہو دشمن کے سینے میں
بصد حسرت اڑے ہو کے وہ بھک ایسا بھی ہوتا ہے

نئے گلشن میں بکھرے ہیں گلِ نوخیز کے جلوے
زمیں تا بہ فلک ہے اک مہک ایسا بھی ہوتا ہے

رکھی ہو دستِ یزداں نے اگر بنیاد اِک گھر کی
نگہباں اس کے ہوتے ہیں ملک ایسا بھی ہوتا ہے

ثمر آور ہے جس کی ہر دعا وہ مرشدِ من ہے
نہ ہو کیوں اس کے لہجے میں لہک ایسا بھی ہوتا ہے

بہ آوازِ بلند ابھرے جو شورِ تہنیت ہر سُو
جمیل آواز میں ہو اک للک ایسا بھی ہوتا ہے

دوسری اور آخری قسط

علمی اور تحقیقی مقالہ

کیا اسلامی جنگوں کا مقصد اسلام پھیلانا تھا

مکرم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب، ریجائنا

خلفائے راشدین کے زمانے کی جنگیں

فارس کی مہم

رسولِ کریم ﷺ کی وفات کے بعد بحرین کے دو قبائل بنی عبدالقیس اور بنی بکر کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ بنی عبدالقیس تو اسلام پر قائم رہے لیکن بنی بکر مرتد ہوگئے اور بغاوت کردی۔ بنی عبدالقیس نے مدینہ سے اور بنی بکر نے فارس سے مدد طلب کی۔ العلاء الحضرمی کی قیادت میں مسلمانوں نے بنی بکر اور فارس کی فوجوں کو شکست دی۔ اس کے علاوہ عراق سے جو فارس کے زیرِ نگین تھا۔ سجاح جو ایک جھوٹی مدعیہ نبوت تھی، نے بھی مدینہ کی طرف حملہ کی غرض سے پیش قدمی کی لیکن صرف یمامہ تک ہی جاسکی۔ چونکہ فارسی افواج نے اسلامی حدود میں داخل ہوکر باغیوں کی مدد کی تھی اور مسلمانوں کے خلاف جارحیت کی تھی۔ ان کی یہ جارحیت مہماتِ فارس کی اصل وجہ بنی۔ المثنی بن حارثہ نے بحرین کی بغاوت میں مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ المثنی بن حارثہ اس کے بعد خلیج فارس کے ساتھ ساتھ شمال کی جانب بڑھا کیونکہ المثنی بن حارثہ کا اپنا قبیلہ جو فارس کی سرحد پر تھا، آتش پرستوں کے مظالم کا نشانہ بنتا رہتا تھا۔ لیکن المثنی بن حارثہ کے پاس صرف 8000 فوج تھی جو فارس کے مقابلے کے لئے بالکل ناکافی تھی۔ اس نے حضرت ابوبکرؓ سے مدد کی درخواست کی جس پر حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوجیں دریائے فرات کے مغربی کنارے پر لے جائیں اور اسلامی سلطنت کی حدود کی حفاظت کریں۔ اس کے نتیجے میں جنگِ سلاسل ہوئی جس میں آتش پرستوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اس کے بعد خالد بن ولیدؓ اپنی فوجوں کو آگے بڑھاتے ہوئے حیرا کے مقام تک چلے گئے۔ حیرا میں عرب رہتے تھے جس کو فارس نے غصب کرلیا تھا۔ مسلمان فوجوں نے فارسی فوجوں کو دریائے فرات کے مشرقی طرف تک دھکیل دیا۔ حیرا کی عیسائی حکومت نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا اور جزیہ دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے تحائف بھی پیش کئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے تحائف تو قبول کر لئے لیکن اس کے ساتھ ہی جزیہ میں سے ان تحائف کی قیمت کے مطابق کمی کردی۔ اسی طرح بویب کی مہم کے بعد بنونمر اور بنو قضا نے تو اسلام قبول کرلیا۔ لیکن بنو تغلب نے عیسائیت پر ہی قائم رہنے کا فیصلہ کیا۔ جب مسلمانوں کی حفاظت کے بدلے جزیہ دینا ان کو اپنی عزتِ نفس کے خلاف لگا تو حضرت عمرؓ نے ان سے زکوٰۃ لینا قبول فرمایا اور حکم جاری کیا کہ ان کو اپنے مذہب پر قائم رہنے اور عمل کرنے سے نہ روکا جائے۔

حضرت عمرؓ نے دریائے فرات کے مغربی کناروں کی فتح کے بعد سختی سے اپنی افواج کو آگے بڑھنے سے منع کردیا تھا۔ لیکن جب آتش پرستوں نے مسلمانوں پر حملے بند نہ کئے تو حضرت خالد بن ولیدؓ سے دریافت فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ فارسی اپنے معاہدے توڑ کر بار بار بغاوت کرتے ہیں؟ شاید آپ ان سے سختی سے پیش آتے ہیں جس پر انہوں نے جواب دیا کہ ان کا بادشاہ ان کو بار بار بغاوت پر آمادہ کرتا ہے اور جب تک وہ ان کے درمیان ہے، اسی طرح بغاوت ہوتی رہے گی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنی افواج کو آگے بڑھنے کی اجازت دی اور اس طرح سے فارس کا بقیہ حصہ فتح ہوا۔

فارس میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ایک بار پھر بغاوت نے سر اٹھایا۔ اس بغاوت کے پیچھے فارس کے جلا وطن بادشاہ یزدگرد کا ہاتھ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس بغاوت کو سختی سے کچل دیا۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی حکومت بلخ، ترکستان، ہرات، کابل، غزنی اور خراسان تک پھیل گئی۔ اسی طرح شام میں بازنطینی فوجوں نے ایک بار پھر سر اٹھایا۔ اس بغاوت کو بھی حضرت عثمانؓ نے کچل دیا اور اس کے نتیجے میں مسلمان آرمینیا اور تبرستان پر قابض ہوگئے۔ قبرص، شام کی سرحد کے قریب تھا اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی تھی کہ شام کو قبرص کی طرف سے خطرہ ہے اور قبرص پر حملے کی اجازت چاہی جو حضرت عمرؓ نے نہیں دی۔ لیکن جب حضرت عثمانؓ کے دور میں شام میں بازنطینی افواج نے سرکشی اختیار کی تو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ سے دوبارہ اجازت چاہی اور اجازت ملنے پر قبرص کو فتح کیا۔ 25 ہجری میں بازنطینی فوج نے اسکندریہ پر حملہ کرکے اس کو اپنے قبضے میں کرلیا۔ لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ نے ایک بار پھر بازنطینی افواج کو مصر سے نکال دیا۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خلافتِ راشدہ میں مسلمان ایک سیاسی طاقت بن کر ابھرے تھے۔ فارس اور بازنطینی قوتیں جو اس وقت کی دو بڑی طاقتیں تھیں اسلامی ریاست کی سرحدوں سے ملحق تھیں۔ اس لئے ان طاقتوں کا اپنی سرحد پر ایک نئی طاقت کو ابھرتے دیکھنا اپنے لئے خطرہ محسوس ہوا جس کے نتیجے میں فارسی اور بازنطینی طاقتوں نے اسلامی ریاست میں نہ صرف باغیوں کو امداد پہنچائی تا کہ اسلامی ریاست کمزور ہو بلکہ اسلامی سرحدوں پر واقع چھوٹے چھوٹے قبائل کو جو اسلامی ریاست کے زیرِ نگیں تھے ظلم و جور کا نشانہ بنایا۔ کسی بھی ملک کو اپنی سرحدوں کی حفاظت کا پورا حق ہوتا ہے اور یہی ان جنگوں کے شروع ہونے کی وجہ بنی۔ اس کے بعد یہ جنگیں اس لئے طویل ہوگئیں کہ دونوں عالمی طاقتیں ایک چھوٹی سی ریاست کے ہاتھوں اپنی شکست برداشت نہیں کرسکیں اور پہلی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اور اپنا کھویا ہوا علاقہ واپس لینے کے لئے وقتاً فوقتاً مسلمان افواج پر حملے کرتی رہیں لیکن ان کو ہر جگہ شکست اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور یہ جنگیں اس وقت تک جاری رہیں جب تک ان قوموں نے شکست تسلیم کرکے ہتھیار نہ ڈال دئے۔

چنانچہ مشہور مستشرق ولیم میور William Muir اپنی کتاب Caliphate میں لکھتا ہے:

کلدان اور جنوبی شام حقیقی طور پر عرب کا حصہ ہیں۔ ان

علاقوں میں رہنے والے قبائل کچھ بت پرست تھے لیکن زیادہ تر عیسائی تھے اور عرب نسل کا جزو لازم تھے۔ اسی وجہ سے وہ نئی ریاست کے ماتحت آتے تھے۔ لیکن جب سرحد پران کا سامنا مسلمان افواج سے ہوا تو ان کی مدد ان کے اپنے حاکموں نے کی۔ ...

مغرب میں قیصر نے اور مشرق میں خسرو نے۔ اس طرح جدوجہد پھیل گئی اور اسلام کو مشرق اور مغرب کی دو بڑی طاقتوں سے جنگ کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک الزام جو مغربی تاریخ دان مسلمانوں پر لگاتے ہیں وہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے لوٹ مار کے لئے جنگیں لڑیں لیکن یہ نہیں یاد رکھتے کہ لوٹ مار کے لئے جو جنگیں لڑی جاتی ہیں وہ ہمیشہ ایک بڑی طاقت کی طرف سے ایک کمزور ملک کے خلاف ہوتی ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ ایک کمزور ملک اپنے سے بڑی طاقت پر لوٹ مار کے مقصد سے حملہ کرے۔ تعداد، وسائل اور اسلحہ کے لحاظ سے فارس اور روم اس وقت کی عظیم طاقتیں تھیں جب کہ مسلمانوں کی حالت نہایت کمزوری کی تھی پھر کیا یہ حماقت نہ ہوتی کہ اس حالت میں مسلمان ان طاقتوں پر اس لئے حملہ کرتے ہیں کہ لوٹ مار کا مال ہاتھ آئے۔ کمزوری کی حالت میں بڑی طاقتوں پر حملہ صرف اس لئے کیا جا سکتا ہے جب کمزور ملک کی آزادی خطرے میں ہو۔

حضرت ابوبکرؓ کا تحائف کی قیمت کے برابر جزیہ میں کمی کرنا اس بات کا گواہ ہے کہ مسلمانوں کو لوٹ کے مال کا لالچ نہیں تھا۔ جزیہ کے بدلے مسلمان ذمیوں کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیتے تھے۔ ذمیوں پر مسلمانوں کی طرف سے جنگ میں حصہ لینے کی بھی استثناء تھی۔

آج کل کی حکومتیں ٹیکس لے کر عوام کی جان و مال کی حفاظت کا سامان کرتی ہیں۔ جزیہ اس ٹیکس سے کچھ مختلف تو نہ تھا بلکہ ذمی جزیہ دینے کے باوجود فائدہ میں تھے کیونکہ وہ جنگوں میں حصہ لینے سے مستثنیٰ تھے جب کہ مسلمان نہیں تھے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو زکوٰۃ دینی بھی واجب تھی جس کی شرح جزیہ سے زیادہ تھی۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ بہت سی جنگوں میں عیسائی مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑے۔ اگر جزیہ لینا مسلمانوں کی لڑائیوں کا مقصد ہوتا تو عیسائیوں کا مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑنے کا کیا مقصد تھا۔ جزیہ لینے کا مقصد امن قائم کرنا تھا اور جزیہ دینے کا مطلب یہ تھا کہ مفتوح قوم نے شکست قبول کر لی ہے اور ظاہر ہے کہ جنگ میں جب تک ایک فریق شکست قبول نہیں کر لیتا جنگ کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔

Antioch کی فتح کے بعد جب جرجومہ کے عوام نے یہ کہتے ہوئے جزیہ دینے سے انکار کر دیا کہ ہم مسلمانوں کے شانہ بشانہ دشمن کے خلاف جنگ لڑیں گے تو ان کی یہ شرط قبول کر لی گئی تھی اور اس طرح امن قائم ہو گیا۔ اسی طرح فارس میں جرجان اور باب کی فتح کے بعد ان ہی شرائط پر امن قائم ہوا۔

مغربی تاریخ دان یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے باغیوں کو لوٹ مار میں مشغول رکھنے کے لئے فارس اور شام کی مہمات شروع کی تھیں لیکن تاریخ کے ان حقائق کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ باغیوں کی سرکوبی کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے باغیوں کی اسلامی فوج میں شامل ہونے پر پابندی عائد کر دی تھی جو حضرت ابوبکرؓ کی وفات تک قائم رہی۔ بغاوت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا یہ فیصلہ کہ اسلامی حدود کی حفاظت کی جائے ایک دور رس فیصلہ تھا اور ایک غیر ملکی حکومت کی مداخلت اور جارحیت کا مناسب جواب تھا۔

تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ الزام بھی بے بنیاد ثابت ہو جاتا ہے کہ ان مہمات کا مقصد اسلام پھیلانا یا اسلامی حدود کو بڑھانا تھا۔ اس وقت فارسی اور بازنطینی دو بڑی حکومتیں تھیں۔ جب کہ عرب کے مسلمان اندرونی بغاوتوں کا سر کچلنے میں مشغول تھے۔ ان دشمن طاقتوں کے پاس مال اور ذرائع کی کمی نہ تھی جب کہ عرب کے مسلمانوں کے پاس باقاعدہ فوج تک نہیں تھی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں کی اس بے سروسامانی کی حالت میں وقت کی دو عظیم طاقتوں سے ایک ہی وقت میں ٹکر لے لیں۔

بازنطینی مہمات

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد شمال میں رومی سلطنت کے زیرِ اثر علاقے میں طلیحہ نے علمِ بغاوت بلند کیا۔ رسولِ کریم ﷺ کی زندگی میں ہی بازنطینی حکومت سے چپقلش کا آغاز ہو چکا تھا۔ 8 ہجری میں مسلمانوں اور بصرہ کے حکمران کے درمیان چپقلش ہوئی تھی۔ سرحد پر بازنطینی فوج کے اجتماع کی اطلاع پا کر رسولِ کریم ﷺ خود 3000 مسلمانوں کی فوج لے کر تبوک گئے تھے لیکن وہاں کسی فوج کو نہ پا کر واپس آ گئے تھے۔ اسامہ بن زیدؓ کی واپسی پر حضرت ابوبکرؓ نے مختلف علاقوں میں افواج بھیجی تھیں۔ ان میں خالد بن سعدؓ کی قیادت میں شامی سرحد پر بھی ایک دستہ بھیجا تھا۔ اس دستے کو ہدایات تھیں کہ کوئی حملہ نہیں کرنا لیکن اگر دشمن حملہ کرے تو اسے پسپا کرنا ہے۔ چنانچہ McGraw Fred Donner اپنی کتاب The early Islamic conquests میں لکھتا ہے:

ابوبکرؓ نے خالد بن سعدؓ کو شام کی طرف انہی ہدایات کے ساتھ بھیجا جو خالد بن ولیدؓ کو عراق کی مہم پر دی تھیں کہ وہاں کے عربی بولنے والے قبائلی لوگوں کو جن کے ساتھ ان کا سامنا ہو اپنے زیرِ اختیار لائیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس مقصد کے لئے ان کو تیماء بھیجا گیا اور وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا گیا۔ شاید ان کو وہاں بھیجنے کا فوری مقصد ان قبائل کے ایک بڑے اجتماع کے مقابل پر ایک حفاظتی روک قائم کرنا تھا، جن کو بازنطینی وہاں اکٹھا کر رہے تھے، تا کہ وہ جنوب کی طرف مسلمانوں کے علاقے حجاز پر حملہ نہ کر سکیں۔

خالد بن سعدؓ اس مقام پر پہنچے تو بازنطینی حکومت نے ایک بدو قبیلے کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کو ابھارا اور خود جنگی تیاریوں میں لگ گئے۔ جس پر خالد بن سعدؓ نے مزید کمک کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ فارس کو چھوڑ کر شامی سرحد کا رخ کریں تا کہ خالد بن سعدؓ کی مدد کی جا سکے۔ اس کے نتیجے میں معرکہ اجنادین ہوا۔

ظاہر ہے کہ یہ مہم سرحدوں کی حفاظت کے لئے بھیجی گئی تھی لیکن جب دشمن نے حملے میں پہل کی تو مسلمانوں کو بھی اپنے دفاع میں لڑنا پڑا۔

جب بھی ایک ملک دوسرے ملک پر حملہ کرتا ہے تو اس ملک کا نہ صرف یہ فرض ہوتا ہے کہ اپنا دفاع کرے اور حملہ آور فوج کو پسپا کرے بلکہ اس وقت تک جنگ جاری رکھے جب تک حملہ آور فوج ہتھیار نہیں ڈال دیتی۔ ورنہ حملہ آور فوج دوبارہ اور سہ بارہ حملے کرتی رہے گی۔ پہلی مہمات کے بعد مسلمان حکومتوں کی بھی یہی پالیسی رہی۔ اس کے علاوہ جوں جوں فارسی اور بازنطینی فوجیں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھاتی رہیں ان کا غضب بڑھتا گیا کیونکہ وہ اپنے وقت کی عالمی طاقتیں تھیں اور ایک چھوٹا سا ملک جس کے پاس کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی ان کو شکست پر شکست دے رہا تھا۔ جنگ کے نتیجے میں کھوئی ہوئی زمین اور ساکھ واپس لینے کے لئے یہ دونوں طاقتیں ہر شکست کے بعد نئے حملے کرتی چلی گئیں اور مسلمانوں کو مجبوراً جنگ کو جاری رکھنا پڑا یہاں تک کہ انہیں مکمل شکست ہو گئی اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

مصر کی مہم

جب قیصر نے حملہ کر کے Antioch مسلمانوں سے واپس

لیا تو اس کی فوجوں نے اسکندریہ سے حملہ کیا تھا۔ جب حضرت عمرو بن العاصؓ یروشلم پر چڑھائی کر رہے تھے تو ارتابون (قیصر کی افواج کا جرنیل) اپنی فوجوں کے ساتھ مصر میں پسپا ہوا تھا اور اس کا اور اس کی فوجوں کا وہیں پر قیام تھا۔ اس وقت اس بات کا خطرہ تھا کہ قیصر ایک مرتبہ پھر مصر کے راستے شام پر حملہ کرے گا۔ اس کے باوجود حضرت عمرؓ نے مصر کی مہم کی اجازت بہت تردد سے دی تھی اور وہ بھی حضرت عمرو بن العاصؓ کے بہت دباؤ کے بعد۔ ان جنگوں کے نتیجے میں الفسطاط اور اسکندریہ کی فتح ہوئی۔

مفتوح قوموں کے حالات

اس سے پہلے کہ ہم ان حالات کا جائزہ لیں جن کا مفتوح قوم کو سامنا کرنا پڑا ایک نظر ان حالات پر ڈالنی چاہئے جن سے وہاں کی اقلیتیں دوچار تھیں۔ چنانچہ اس کا ایک منظر پانچویں صدی کے دوسرے نصف میں نظر آتا ہے جب اصفہان میں یہ افواہ پھیل گئی کہ یہودیوں نے دو آتش پرست پادریوں پر حملہ کیا ہے جس پر فارس کے آتش پرستوں نے وہاں کی آدھی یہودی آبادی کو قتل کر دیا تھا اور ان کے بچوں کو آتش خانوں میں کام کرنے کے لئے غلام بنا لیا تھا۔

اسی طرح مختلف وقتوں میں عیسائیوں کے ساتھ ایذا رسانی کا سلوک کیا گیا جس کی بدترین مثال شاہ پور دوم کے دور میں نظر آتی ہے۔ ظلم کی یہ داستانیں Lives of the martyrs میں رقم ہوئیں۔

جب Heraclius نے شام کو دوبارہ فتح کیا تو اس نے وہاں کی یہودی آبادی کو زبردستی عیسائی بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ Jonathan Berkey اپنی کتاب The formation of Islam میں لکھتا ہے:

جب Heraclius نے شام کو رومی گورنمنٹ میں بحال کیا تو یہودیوں نے خود کو ایک انتقامی حکومت کے مدِمقابل پایا۔ 632 عیسوی میں رومی بادشاہ کی یہودیوں کو بڑے پیمانے پر زبردستی عیسائی بنانے کی ناکام کوشش چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ...

پھر آگے وہ کہتا ہے:

یہودی آبادیوں نے خاص طور سے فلسطین کے یہودیوں نے بازنطینی حکومت کی مشکل اور انتشار انگیز آخری دہائیوں سے نجات پائی اور مسلمانوں کی خلافت کے دنوں میں یہودی بڑی تعداد میں یروشلم واپس آ گئے۔

مذکورہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں کی حکومت کے دوران یہود کو مذہبی آزادی بھی نہیں تھی اور ان کی جان و مال کی حفاظت کی بھی کوئی ضمانت نہیں تھی۔ اس کے مقابل پر مسلمانوں نے مفتوح اقوام کے ساتھ کیا سلوک کیا اس کی ایک جھلک ہمیں البلاذری کے اس مشہور بیان سے ملتی ہے جس میں وہ بتاتا ہے کہ کس طرح شام کے شہر حمص کی یہودی اور عیسائی آبادی نے مسلمانوں کی حکومت کو بازنطینی حکومت پر ترجیح دی اور کس طرح انہوں نے عرب فوجوں کو اس وقت ٹھہرنے کے لئے مجبور کیا جب Heraclius نے شہر پر دوبارہ چڑھائی کی دھمکی دی اور کس طرح انہوں نے رومی فوج کی شکست کے بعد جنگ سے واپسی پر مسلمان فوج کا موسیقی اور رقص سے استقبال کیا۔

جب کبھی کوئی قوم دوسری قوم کو جبراً اپنے مذہب میں داخل کرنا چاہتی ہے تو اس کے نتیجے میں تین طرح کا ردِّعمل ہو سکتا ہے:

1۔ تشدد کے باوجود جو لوگ اپنے مذہب پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ ان کا قتلِ عام ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس قوم کا ایک قابلِ ذکر حصہ موت کو قبول کر لیتا ہے۔

2۔ ایک اقلیت نئے مذہب کو قبول کر لیتی ہے اور اس کے بعد عموماً امن سے رہتی ہے۔

3۔ بقیہ لوگ ہجرت کر کے کسی اور ملک چلے جاتے ہیں جہاں انہیں مذہبی آزادی ہوتی ہے اور وہ وہاں سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

تینوں قسم کا ردِّعمل پندرھویں صدی میں ملکہ ایزابیلا اور شاہ فرڈیننڈ کے سپین میں دیکھنے کو ملتا ہے لیکن جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں مسلمانوں کی فتح کے بعد کسی بھی مفتوح قوم میں یہ تینوں باتیں نہیں ملتیں۔ اگر مسلمان مفتوح اقوام کا مذہب جبراً بدلنے کی کوشش کر رہے تھے تو ان علاقوں میں ان تینوں باتوں کا ہونا لازمی امر تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مفتوح قومیں فاتح قوم کے ساتھ مل جل کر رہنے لگیں اور یہ صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب مفتوح قوموں کو اپنے مذہب، تہذیب اور اقدار پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہو۔

اس کے علاوہ جبراً مذہبی تبدیلی کے نتیجے میں مفتوح علاقوں میں مسلمانوں کی آبادی کو یکدم بڑھ جانا چاہئے تھا لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ فارس کی فتح کے بعد بہت دیر تک فارس کی آبادی اپنے مذہب پر قائم رہی۔ ان مفتوح علاقوں میں نویں صدی کے نصف تک مسلمانوں کی آبادی صرف 40 فیصد تھی اور صرف گیارھویں صدی کے آخر میں یہ تناسب 100 فیصد تک پہنچا۔ کچھ اندازوں کے مطابق مصر میں مسلمان دسویں صدی کے نصف تک اقلیت میں تھے اور شام میں تیرھویں صدی میں منگول حملوں تک عیسائیوں کو عددی برتری حاصل رہی۔ اگر اسلامی جنگوں کا مقصد لوگوں کو زبردستی مسلمان کرنا ہوتا تو ہم دیکھتے کہ وہاں کی زیادہ تر آبادی کچھ سالوں میں اسلام قبول کر چکی ہوتی۔ چنانچہ Jonathan Berkey لکھتا ہے:

اسلام کے بارہ میں عام تصور ہے کہ یہ تلوار کے زور سے پھیلا۔ اور قدیم فاضلانہ مفروضہ کہ مشرقِ قریب کی زیادہ تر آبادی نے فوراً نئے دین کو قبول کر لیا تا کہ غیر مسلموں پر عائد کردہ نفسی یا زراعتی ٹیکسوں کے بوجھ سے بچا جائے غلط طور سے ان حالات کو پیش کرتا ہے جن کا سامنا یہودیوں، عیسائیوں، آتش پرستوں اور دوسری قوموں کو عرب فتوحات کے بعد ایک یا دو صدیوں تک رہا۔

پھر ایک اور جگہ وہ لکھتا ہے:

یہ مشہورِ عالم ہے کہ عربوں نے اپنا دین اپنے نئے ماتحتوں پر نافذ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی بلکہ شروع میں مذہب کی تبدیلی کی حوصلہ شکنی کی۔

تاریخ میں ان علاقوں سے عوام کا بڑی تعداد میں ہجرت کرنے کا بھی کوئی ثبوت تو کیا شائبہ بھی نہیں ملتا۔ بلکہ مفتوح اقوام فاتح مسلمانوں کی مشکور ہی رہیں اور انہیں اچھے الفاظ میں یاد کرتی رہیں۔

چنانچہ Jonathan Berkey لکھتا ہے:

اس لئے یہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ عرب فتوحات کے بعد مختلف نسطوری ذرائع اپنے نئے حکمرانوں کے بارہ میں شفقت سے تبصرہ کرتے ہوئے ان کو ایک خدا کا عبادت گزار مانتے ہیں اور ان کا کلیساؤں، خانقاہوں اور پادریوں اور ان کے منصب کے احترام کو یاد کرتے ہیں۔

William Muir اس بارہ میں لکھتا ہے:

شام کے لوگ مذہبی ایذا رسانی کے علاوہ بے جا ٹیکسوں سے بھی پریشان تھے۔ اس لئے وہ اپنے ملک پر چڑھائی کے دوران خاموش تماشائی بنے رہے اور عربوں کی حکومت سے موجودہ حکومت کے مقابلے میں زیادہ پر امید تھے کیونکہ انہوں نے غارت گری سے پرہیز کیا تھا اور ان کی حکومت نہ صرف حلیم بلکہ درگزر کرنے والی تھی۔

مسلمانوں نے فتح کے بعد مقامی لوگوں سے ایسے معاہدے کئے جن میں جبراً مذہب کی تبدیلی غیر قانونی قرار دے دی گئی۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں یروشلم فتح ہوا تو فاتح مسلمانوں اور مفتوح قوم میں ایک معاہدہ ہوا جس کو عہدِ عمر بھی کہتے ہیں۔ اس معاہدے کا متن یہ تھا:

یہ امن کا معاہدہ امیرالمومنین عمرؓ نے یروشلم کے لوگوں سے کیا ہے۔ یہ معاہدہ ان کی جان و مال، ان کے کلیساؤں اور صلیبوں کو اور اِن کو ترتیب دینے والوں، نمائش کرنے والوں یا ان کو عزت دینے والوں کو امن کی ضمانت دیتا ہے۔ نہ تو ان کے کلیساؤں کو رہائش گاہ کے طور پر استعمال کیا جائے گا، نہ انہیں منہدم کیا جائے گا۔ نہ ہی ان کو یا ان کے چبوتروں کو یا ان کے سامان کو یا ان میں صلیبوں کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ہی ان کو تبدیلیٔ مذہب پر مجبور کیا جائے گا، نہ ہی انہیں ہراساں کیا جائے گا۔ ...

مفتوح علاقوں میں مسلمانوں کی حکومت نے فارسی اور بازنطینی عوام کو نہ صرف مکمل مذہبی آزادی دی بلکہ ان کے مذہب کے مطابق ان کو اپنے معاملات میں فیصلے کرنے کی آزادی بھی دی۔ عوام نے جو فارسی اور بازنطینی حکومت کے دوران ناجائز ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے، سکھ کا سانس لیا۔ چنانچہ John Eposito اپنی کتاب Islam: The straight path میں لکھتا ہے:

عوام کو اس تبدیلی کے نتیجے میں فارس اور بازنطینی جنگوں میں اموات اور بے جا ٹیکسوں کے بدلے امن ملا۔ اپنے اندرونی معاملے نبٹانے کے لئے انہیں اپنے طریق سے فیصلے کرنے کی اجازت تھی۔ مقامی لوگوں نے مسلمان حکمرانوں کو بازنطینی اور فارسی حکمرانوں کے مقابل بہت لچکدار اور درگزر کرنے والا پایا۔ مذہبی سماج کو عبادت کی آزادی تھی اور شادی، طلاق اور وراثت کے معاملوں میں اپنے مذہبی رہنماؤں اور اصولوں کے تحت فیصلے کرنے کی آزادی تھی۔ اس کے بدلہ میں انہیں جزیہ دینا پڑتا تھا جس کے نتیجے میں مسلمان بیرونی خطرات سے ان کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے تھے اور انہیں فوجی ملازمت سے استثناء تھی۔ اس لئے انہیں محفوظ یا ذمی کہا جاتا تھا۔ اصل میں اس کا مطلب کم ٹیکس، مقامی طور پر زیادہ آزادی اور مقامی یہودی راج تھا۔

اسی طرح Ira M. Lapidus اپنی کتاب A history of Islamic societies میں لکھتا ہے:

اسلامی دور کے بالکل شروع میں ممتاز عرب مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ ایک ایسا معاشرہ قائم ہوگا جس میں فاتح مسلمان امرا ہوں گے اور مفتوح ان کے تابع ہوں گے۔ اس لئے شروع کی مسلمان حکومتیں نہ صرف غیر مسلم عوام سے درگزر کرنے والی تھیں بلکہ انہوں نے کلیساؤں کی دوبارہ تنظیم میں بہت مدد کی۔ اس طرح عراق میں نسطوری کلیسا نے دوبارہ سے عیسائیوں کی تعلیمی، عدالتی اور حتیٰ کہ سیاسی انتظامیہ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مصر میں مسلمانوں نے قبطی کلیسا کے لیے پدرانہ مزاج اپنایا۔ ...

غرضیکہ حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں کہیں بھی تلوار سے اسلام نہیں پھیلا اور جہاں جہاں مسلمانوں نے فتح پائی محکوم عوام کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی۔ یہ صرف مسلمانوں کا دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جس کا اعتراف منصف غیر مسلم بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ Marshall Hodgson اپنی کتاب Venture of Islam میں کہتا ہے:

محکوم علاقوں میں لوگوں کا مذہب تبدیل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ لوگ کسی نہ کسی مسلمہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

اس تمام بحث سے ظاہر ہے خلافتِ راشدہ کے دور تک مسلمانوں کی جو جنگیں ہوئیں کسی کا مقصد جبراً مسلمان کرنا نہیں تھا بلکہ یہ جنگیں دفاعی تھیں اور مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لئے اور امن قائم کرنے کے لئے لڑنی پڑیں۔

خلافتِ راشدہ کے بعد فیج اعوج کا دور آ گیا جس میں مسلمان بادشاہ اسلامی تعلیم کو اپنانے سے زیادہ اپنے تخت کی پائیداری کی فکر میں رہتے تھے اس لیے ان میں سے بعض نے اسلامی تعلیمات کے خلاف بھی اعمال کیے لیکن ان کے یہ اعمال کسی طرح سے بھی اسلام کی پُرامن تعلیم کی عکاسی نہیں کرتے۔ اگر ہم کسی مذہب کے کسی بھی پیروکار کے اعمال کو اس کے مذہب کی طرف منسوب کرنا شروع کردیں تو کسی بھی مذہب کی اصل تعلیم کا پتہ نہیں چلے گا اور ہر قسم کی بدتہذیبی اور بداخلاقی مذہب سے منسوب کر دی جائے گی۔ مثلاً عیسائیت کی چوتھی صدی میں عیسائیوں نے روم کے مشرکوں کو زبردستی عیسائی بنایا لیکن یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہی تعلیم تھی غلط ہوگا۔ عیسائیوں کے روم کے مشرکوں کو جبری عیسائی بنانے کے بارہ میں Ohio University کے Jaclyn Maxwell لکھتے ہیں:

313ء میں کانسٹنٹائن (Constantine) کے حکم نامہ برداشت کے بعد عیسائی بادشاہ اپنی سلطنت کے روایتی مذاہب کے خلاف تدریجی طور پر عدم رواداری ہوتے گئے اور اس طرح کی قانون سازی کی کہ آخر صدی تک انہوں نے نہ صرف جانوروں کی قربانی بلکہ مزاروں پر لوبان جلانے سے درختوں پر فیتے باندھنے تک ہر چیز کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ عیسائی راہبوں نے شاہی فرمان کی آڑ میں اور پادریوں کے اکسانے پر تمام (مشرکانہ) نقوش اور مندر تباہ کر دیئے۔...

گرتی ہوئی بت پرستی اور ابھرتی ہوئی عیسائیت، مندروں کی تباہی اور گرجوں کی تعمیر کے ساتھ پانچویں صدی میں بھی جاری رہی یہاں تک کہ Justinian اور اس کے جانشینوں کا آخری دور آ پہنچا جو کہ مشرکوں کو زبردستی بپتسما دینے کا تھا۔

Maxwell آگے لکھتا ہے:

جب لوگوں نے دیرینہ مذاہب کو خیر باد کہا اور عیسائیت قبول کی تو اس میں جبر کا بڑا حصہ تھا۔ قانون نے بتدریج متشدد سزاؤں کے ذریعے مشرکانہ عبادتوں پر پابندی لگا دی۔ جوشیلے عیسائیوں نے قدیم مندر تباہ کئے اور چھٹی صدی میں Justinian نے مشرکوں کی جبری بپتسما کا فرمان جاری کیا۔ یہ عوامل اور اس کے ساتھ عیسائی مصنفوں کی جارحانہ مشرک مخالف تحریریں ظاہر کرتی ہیں کہ قدیم مذہب کو سختی سے کچلنے کے عمل اور عیسائیت کے پھیلاؤ میں جبر نے حصہ لیا۔

(Paganism and Christianization in The Oxford Handbook of Late Antiquity, Edited by Scott Fitzgerald)

المختصر تمام اسلامی جنگیں دفاعی تھیں۔ اور ان کا مقصد کسی کو زبردستی یا جبراً مسلمان کرنا نہیں تھا۔

جماعت احمدیہ کینیڈا کی تحریک جدید کی گزشتہ سال کی پوزیشن

وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی لوکل امارتیں ہیں: بریمپٹن (Brampton)، وان (Vaughan)، پیس ویلج (Peace Village)، کیلگری (Calgary)، وینکوور (Vancouver)، ویسٹن (Weston) اور مسی ساگا (Mississauga)۔

وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی پانچ قابل ذکر جماعتیں ہیں۔ ایڈمنٹن ویسٹ (Edmonton West) نمبر ایک پر پھر ڈرہم (Durham)، ہملٹن ساؤتھ (Hamilton South)، بریڈ فورڈ (Bradford) اور سسکاٹون نارتھ (Saskatoon North)۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 23 نومبر 2018ء)

عالمی اتحاد

مکرم طارق حیدر صاحب

جماعت احمدیہ عالمگیر نے اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں امن کا راستہ کے عنوان سے ایک بین الاقوامی تحریک کا آغاز کیا ہے جو نو نکات پر مشتمل ہے ان نکات کو سمجھنا اور سچے دل سے انسانیت کو امن کے اس راستے کا پیغام دینا ہی دراصل احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا بنیادی مقصد ہے۔ چنانچہ درج ذیل مضمون اس سلسلے کی ایک کاوش ہے، جس میں اقوام عالم کے اتحاد کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

موجودہ دنیا بہت سے گروہوں میں بٹی ہوئی نظر آتی ہے، جہاں ایک طرف رنگ ونسل سے منسلک اختلاف ہے تو دوسری جانب خیالات، عادات اور مزاج باہم ایک نہیں۔ غرض ان سمٹتے ہوئے فاصلوں میں پھولتی پھلتی دنیا کو یک رنگ ہو کر عالمی اتحاد کی جس قدر آج ضرورت ہے، شاید اس سے قبل کبھی نہ تھی۔ مذہب جو خالق کی شناخت کرواتا ہے، دراصل یہی وہ ذریعہ ہے جو مختلف خطوں میں بٹی ہوئی اس دنیا کو متحد کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا

(سورۃ الاعراف 159:7)

یعنی: تو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اسلام وہ دین کامل ہے جو انسان کو خالق کا نائب بناتا ہے اور باہمی اتحاد کو امن کا ضامن قرار دیتا ہے۔ اسلام میں گروہ بندی، لسانی وعلاقائی نعروں اور کسی امتیازی بنیاد پر افتراق وانتشار کی کوئی گنجائش نہیں، اللہ کے ہاں قربت کا معیار صرف ایک ہے اور وہ تقویٰ ہے جیسا کہ فرمایا:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ ط (سورۃ الحجرات 14:49)

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتفاق اور اتحاد کے علمبردار تھے، چنانچہ ایک موقع پر فرمایا:

اللہ تمہاری تین باتیں پسند کرتا ہے۔ اور تین باتیں ناپسند کرتا ہے۔ اسے پسند ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ اتفاق اور اتحاد سے رہو اور تفرقہ بازی اختیار نہ کرو۔ اور اسے ناپسند ہے قیل وقال یعنی حجت بازی، کثرت سوال اور مال ضائع کرنا اور اس کا بے جا خرچ کرنا۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الاقضیۃ، باب النھی عن کثرۃ المسائل من غیر حاجۃ۔ بحوالہ حدیقۃ الصالحین۔ حدیث 734 صفحہ 695-696۔)

چنانچہ لوگوں میں جو خالق کے احکامات کو من وعن تسلیم کرتے ہوئے سر تسلیم خم کرتے ہیں ان مومنین کو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں خوشخبری دیتا ہے کہ وہ اللہ کے نائب ہیں جیسا کہ فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَهُمۡ دِیۡنَهُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَهُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝

(سورۃ النور 56:24)

ترجمہ: اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

ہمارا خالق جو واحد ہے اور واحدانیت کو پسند فرماتا ہے اور مسلمانوں کو یک جہتی کی نصیحت کرتے ہوئے ان سے خلافت کا وعدہ فرماتا ہے۔ خلافت کسی نبی کی بعثت کے بعد ہی قائم ہوا کرتی ہے۔ خلافت کا نظام جاری کرنا کسی فرد یا ملت کا کام نہیں۔ یہ نظام خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور اتحاد واتفاق کی ناقابل تسخیر کیفیت اور تعلق باللہ میں ترقی کے ذریعہ نصرت الٰہی کا حصول خلافت کے آسمانی نظام کے ذریعہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ خلافت ایک حبل اللہ المتین ہے جو قومی وحدت اور ملی شیرازہ بندی کا واحد ذریعہ ہے جب کوئی امام نہ ہو تو قومیں پراگندہ ہو جاتی ہیں، ان کے اندر انتشار اور افتراق کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اب ہم مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں۔ مسلمانوں کی یہی کیفیت دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے امت پر رحم فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف فرمایا تا کہ آپ دلوں میں پھر سے حقیقی ایمان کو زندہ کریں اور حقیقی معرفت جو دنیا سے گم ہو چکی تھی اور حقیقی تقویٰ وطہارت جو مفقود ہو چکا تھا وہ دوبارہ قائم کریں۔

آپ فرماتے ہیں:

”جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں وحدت ہے ایسا ہی وہ نوع انسان میں بھی جو ہمیشہ کی بندگی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں وحدت کو ہی چاہتا ہے اور درمیانی تفرقہ قوموں کا جو بباعث کثرتِ نسلِ انسان نوع انسان میں پیدا ہوا وہ بھی دراصل کامل وحدت پیدا کرنے کے لئے ایک تمہید تھی کیونکہ خدا نے یہی چاہا کہ پہلے نوع انسان میں وحدت کے مختلف حصے قائم کر کے پھر ایک کامل وحدت کے دائرہ کے اندر سب کو لے آوے۔ سو خدا نے قوموں کے جدا جدا گروہ مقرر کئے اور ہر ایک قوم میں ایک وحدت پیدا کی اور اس میں یہ حکمت تھی کہ تا قوموں کے تعارف میں سہولت اور آسانی پیدا ہو اور ان کے باہمی تعلقات پیدا ہونے میں کچھ دقت نہ ہو اور پھر جب قوموں کے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تعارف پیدا ہو گیا تو پھر خدا نے چاہا کہ سب قوموں کو ایک قوم بنا دے۔۔۔

اس تدریجی وحدت کی مثال ایسی ہے جیسے خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہر ایک محلّہ کے لوگ اپنی اپنی محلّہ کی مسجدوں میں پانچ وقت جمع ہوں اور پھر حکم دیا کہ تمام شہر کے لوگ ساتویں دن شہر کی جامع مسجد میں جمع ہوں یعنی ایسی وسیع مسجد میں جس میں سب کی گنجائش ہو سکے اور پھر حکم دیا کہ سال کے بعد عید گاہ میں تمام شہر کے لوگ اور نیز گردونواح دیہات کے لوگ ایک جگہ جمع ہوں اور پھر حکم دیا کہ عمر بھر میں ایک دفعہ تمام دنیا

ایک جگہ جمع ہو یعنی مکہ معظمہ میں۔ سو جیسے خدا نے آہستہ آہستہ امت کے اجتماع کو حج کے موقعہ پر کمال تک پہنچایا۔ اول چھوٹے چھوٹے موقعے اجتماع کے مقرر کئے اور بعد میں تمام دنیا کو ایک جگہ جمع ہونے کا موقع دیا۔ سو یہی سنت اللہ الہامی کتابوں میں ہے اور اس میں خدا تعالیٰ نے یہی چاہا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ نوع انسان کی وحدت کا دائرہ کمال تک پہنچا دے۔ اول تھوڑے تھوڑے ملکوں کے حصوں میں وحدت پیدا کرے اور پھر آخر میں حج کے اجتماع کی طرح سب کو ایک جگہ جمع کر دیوے جیسا کہ اس کا وعدہ قرآن شریف میں ہے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا (سورۃ الکہف 100:18) یعنی آخری زمانہ میں خدا اپنی آواز سے تمام سعید لوگوں کو ایک مذہب پر جمع کر دے گا جیسا کہ وہ ابتدا میں ایک مذہب پر جمع تھے تا کہ اول اور آخر میں مناسبت پیدا ہو جائے۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن، جلد 23 صفحہ 144-146)

احمدیت کے بھائی چارے اور اتحاد کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک موقع پر فرمایا:

"جماعت احمدیہ ایک ہی جماعت ہے جو ممالک میں (اب تو 200 ممالک سے بھی زائد ہیں۔ ناقل) منتشر پھیلی ہوئی ہونے کے باوجود پھر بھی ایک جمعیت رکھتی ہے، ایک مرکز رکھتی ہے اور دور دور پھیلے ہوئے احمدیوں کے دل بھی آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ ایک تکلیف کسی احمدی کو خواہ پاکستان میں پہنچے خواہ بنگلہ دیش میں، ہندوستان میں یا کسی اور ملک میں اس تکلیف کی خبر جب دنیا میں پھیلتی ہے جماعت احمدیہ خواہ دنیا کے کسی ملک سے تعلق رکھتی ہو، یوں محسوس کرتی ہے کہ یہ ہماری تکلیف ہے اور عجیب خدا کی تقدیر کا حصہ ہے کہ جیسے میں آپ کے لئے غمگین ہوتا ہوں، جماعت میرے لئے غمگین ہوتی ہے کہ اس غم سے مجھے زیادہ تکلیف نہ پہنچے اور ایسے موقع پر مجھ سے تعزیت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور ایسی سادگی اور بھولے پن سے جیسے وہ اس بات پر مقرر کئے گئے ہیں کہ میری دلداری کریں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ۔ 25 جولائی 1994ء۔ بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 24 جون 1994ء، ٹورانٹو کینیڈا)

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اقوام عالم کو امن اور اتحاد کا پیغام نہ صرف اپنے خطبات میں دیا بلکہ عالمی رہنماؤں کو انفرادی خطوط بھی لکھے جن کا ایک مقصد دنیا کی توجہ امن اور اتحاد کی طرف مبذول کروانا تھا۔

آپ فرماتے ہیں:

"درحقیقت اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ تمام دنیا باہم ایک ہی ہو جائے کرنسی کے معاملے پر ساری دنیا کو متحد ہونا چاہئے، فری بزنس اور ٹریڈ میں بھی تمام دنیا کو متحد ہونا چاہئے اور آمدورفت کی آزادی اور امیگریشن کے متعلق ٹھوس اور قابل عمل پالیسیاں بنانی چاہئیں تا کہ دنیا باہم مل جائے۔ درحقیقت ممالک کو ایک دوسرے سے تعاون کے مواقع تلاش کرنے چاہئیں تا کہ تفریق کو اتحاد میں بدلا جا سکے اگر یہ اقدامات کئے جائیں گے تو جلد ہی موجودہ جھگڑے ختم ہو جائیں گے اور ان کی جگہ امن اور باہمی احترام کا بول بالا ہوگا، بشرطیکہ حقیقی انصاف ہو اور ہر ملک اپنی ذمہ داری کا احساس کرے۔"

(عالمی بحران اور امن کی راہ۔ اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز، صفحہ 93)

اس زمانہ میں تمام قوموں کو ایک ہاتھ پر جمع کرنے کا کام خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے عظیم روحانی فرزند، آپ کے مہدی و مسیح کے ذریعہ مقدر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتادیا تھا کہ "ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی۔" چنانچہ اس عالمی وحدت کے قیام کا سلسلہ جماعت احمدیہ مسلمہ کے ذریعہ بتدریج وسعت پذیر ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر ممکن تدبیر اور دعاؤں کے ساتھ اس مقدس کام میں مصروف رہیں یہاں تک کہ ساری دنیا خدائے واحد و یگانہ پر ایمان لا کر توحید کے پرچم تلے اکٹھی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اس پہلو سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق بخشے آمین!

بیادِ طاہر عارف

مکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب

یار تم نے کیا کیا
چپکے چپکے چل دیا
کچھ بتاتے تو سہی!
بجھ رہا تھا جب دیا
جانے تم نے کب تلک
جام صبر تھا پیا
سوزن تدبیر نے
زخم تیرا نہ سیا
لال آندھی نے تجھے
آخرش بجھا دیا
عز و جاہ سے کٹی
جب تلک بھی تو جیا

بچوں کا شفیق باپ
بیوی کا حسیں پیا

افسری میں آن تھی
شاعری میں جان تھی
فضائے زندگانی میں
تیز تر اڑان تھی
فکر و فن میں روشنی
برتر از گمان تھی
تیری بزم دلربا
دوستوں کا مان تھی
تیر ذہن تھا تیرا
سوچ بھی کمان تھی

گل بداماں زندگی
زیب بوستان تھی
دیں میں تیری ہر سعی
عزم عالی شان تھی
تم بہشتی چھاؤں میں
گہری نیند سو گئے
دل میں یادوں کے کلس
اور اونچے ہو گئے

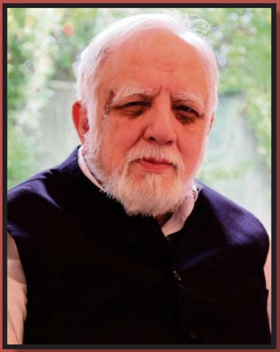

امتناعِ قادیانیت آرڈیننس 1984

وفاقی شرعی عدالت میں

مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان

ایک فرض، ایک قرض

1974ء کی دوسری آئینی ترمیم کے بعد پاکستان میں جماعت احمدیہ ایک ابتلاء کے دور سے گزری ہے۔ اِس دوران ملکی قانون کو احمدیوں کے بنیادی حقوق سلب کرنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ قانون ایسے بنا دیئے گئے تھے جن کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ افرادِ جماعت کو بہت سے مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔

جنرل ضیاالحق اسلام کو سیاسی عزائم کے لئے استعمال کررہے تھے اور اس غرض کے لئے عدالتوں کے اختیارات پر بھی کاری ضرب لگا رہے تھے۔ ایک مارشل لا ترمیم کے ذریعہ آئین تک کو بدل ڈالا تھا۔ آئینی ترمیم کے ذریعہ وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی تھی جس کا دائرہ اختیار یہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ قرآن وسنت سے متصادم قوانین کو کالعدم قرار دے اور دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی تھی کہ ملکی قانون کو قرآن وسنت کے پیمانے پر پرکھنے کے لئے وفاقی شرعی عدالت قائم کی جارہی ہے اور گویا نفاذِ اسلام کی طرف ایک قدم تھا۔ آئینی اور قانونی معاملات پر نظر رکھنے والوں پر یہ بات واضح تھی کہ ایک متوازی نظام قائم کرکے دراصل اعلیٰ عدالتوں کے اختیارات محدود کرنا مقصود تھا۔

1984ء میں جنرل ضیاالحق نے اپنی غیر قانونی آمریت کو سہارا دینے کے لئے مذہبی انتہا پسندوں کا سہارا لیا۔ اس سلسلہ میں 1984ء کا آرڈیننس xx جسے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کہا گیا ہے نافذ کیا گیا۔ اس قانون کے تحت 'مسجد' کو مسجد کہنا اور اذان دینا قابلِ تعزیر جرائم ٹھہرائے گئے تھے۔ احمدیوں کے لئے خود کو مسلمان ظاہر کرنے پر قید کی سزا مقرر کی گئی تھی اور بعض القابات کا استعمال بھی احمدیوں کے لئے قابلِ تعزیر بنا دیا گیا تھا۔ اس قانون کے ذریعے احمدیوں کی مذہبی آزادی پر کاری ضرب لگائی گئی تھی اور احمدیوں کے لئے روزمرہ کے سماجی تعلقات اور مذہبی فرائض کی بجا آوری قابلِ تعزیر ہوکر رہ گئی تھی۔ اس قانون کی زد براہِ راست ہر احمدی پر پڑتی تھی۔

وفاقی شرعی عدالت میں کوئی بھی شہری کسی بھی قانون کو اس بنیاد پر چیلنج کرسکتا تھا کہ مذکورہ قانون قرآن وسنت سے متصادم ہے۔ اور یہ پابندیاں جو اس قانون کے تحت عائد کی گئیں وہ واضح طور پر قرآن وسنت سے معارض تھیں۔ چنانچہ انفرادی حیثیت سے ہائی کورٹ میں اس قانون کو آئین کے تحت بنیادی حقوق سے متصادم ہونے کی بنا پر چیلنج کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس شیخ آفتاب حسین قبل ازیں لاہور ہائی کورٹ کے جج کی حیثیت سے ایک Division Bench میں یہ فیصلہ دے چکے تھے کہ آئین کے تحت احمدیوں کو غیر مسلم ٹھہرائے جانے کے باوجود احمدیوں کے شعائرِ اسلام کو اپنانے اور اختیار کرنے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ شعائر احمدیوں کے بھی اتنے ہی شعائر ہیں۔

اِن حالات میں راقم الحروف نے مکرم مبشر لطیف صاحب ایڈووکیٹ، مرزا نصیر احمد صاحب ایڈووکیٹ اور حافظ مظفر احمد صاحب کے ساتھ مل کر وفاقی شرعی عدالت میں آرڈیننس xx کو اس بنیاد پر کالعدم قرار دینے کی درخواست گزاری کہ یہ قانون قرآن وسنت کے منافی ہے۔ اس درخواست کی مفصل سماعت ہوئی اور دورانِ سماعت قرآن وسنت سے جو استدلال کیا گیا وہ علمی اور تاریخی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔ عدالت کا فیصلہ تو قانونی نظائر کی کتب میں شائع شدہ موجود ہے۔ مگر ہماری طرف سے کی گئی بحث اور 14 روزہ عدالتی کاروائی کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں۔ بہت سے دوستوں کا اصرار تھا کہ وفاقی شرعی عدالت میں اٹھائے گئے نکات اور ہماری طرف سے کی گئی بحث تاریخ میں محفوظ رہنی چاہیے۔

دوستوں کا مجھ سے یہ مطالبہ تھا کہ چونکہ یہ مقدمہ پیش کرنے کی سعادت میرے حصہ میں آئی تھی اس لئے اس کو مرتب اور مدون کر کے محفوظ کرنا بھی میرا ہی فرض ہے اور مجھے ہی یہ ذمہ داری اٹھانی چاہیے۔ گو یہ کام مشکل اور محنت طلب تھا مگر ان دوستوں کا کہنا یہ تھا کہ یہ کام اگر میرے لئے مشکل ہے تو کسی اور کے لئے مشکل تر ہوگا۔

دوستوں کا اصرار بڑھتا رہا۔ بعض دوستوں اور بزرگوں نے یہ کہہ کر بھی توجہ دلائی کہ یہ ایک قرض ہے اور مجھے ہی یہ قرض چکانا چاہیے۔

فرض من پسند ہو اور قرض محبت کا ہو تو ادائیگی باعثِ راحت و مسرت ہوتی ہے اور توفیق میسر آجائے تو شکر اور حمد کے جذبات شوق اور ہمت کے لئے مہمیز بن جاتے ہیں۔ سو خدا کے حضور سجدہ ہائے شکر بجالاتے ہوئے اسی کے چشمۂ فیض سے نطق وگویائی و بیان کے چشمے پھوٹتے ہیں، وہی زبانوں کی گرہیں کھولتا اور قلم کو روانی عطا کرتا ہے۔ وہی ہے جو ذہن کی سوچ کو جلا بخشتا ہے۔ وہی اظہار و بیان اور تحریر میں تاثیر اور چاشنی پیدا کرتا ہے۔ وہی ہے جو راستوں کو روشن کرتا اور لغزشوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہی ہے جو ہماری ناچیز کوششوں کو پذیرائی بخشتا اور قبول فرماتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ ناچیز کوشش قبول ہو اور نیک اثرات پید کرنے والی ہو۔ آمین۔

(بشکریہ مکرم ملک صفی اللہ خاں صاحب)

نوٹ: مذکورہ کتاب احمدیہ بک سٹور میں موجود ہے۔

گمراہی کی منزلیں

''انسان کا دل خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس حکیم مطلق کی آزمائشیں ہمیشہ ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ سو میر صاحب اپنی کسی پوشیدہ خامی اور نقص کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے اور پھر اس ابتلاء کے اثر سے جوشِ ارادت کے عوض میں قبض پیدا ہوئی اور پھر قبض سے خشکی اور اجنبیت اور اجنبیت سے ترکِ ادب اور ترکِ ادب سے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے جہری عداوت اور ارادہ تحقیر و استخفاف وتوہین پیدا ہوگیا۔ عبرت کی جگہ ہے کہ کہاں سے کہاں پہنچے۔''

(آسمانی فیصلہ۔ روحانی خزائن، جلد 4، صفحہ 35)

کشمیر قرارداد اور ٹوٹتے وعدے بکھرتے خواب

مکرم محمد آصف منہاس صاحب

پاکستان بنا تو قائداعظم نے اپنے معتمد خاص اور ممتاز قانون دان حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانؓ کو اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے سربراہ کے طور پر نیویارک بھجوایا۔ حضرت چوہدری صاحب نے جوان دنوں والئی بھوپال نواب حمید اللہ خان کے مشیر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے، اقوام عالم کے سامنے پاکستان کی رکنیت کے علاوہ فلسطین کا معاملہ احسن طریق پر پیش کیا۔ امریکہ سے واپسی پر قائداعظم نے انہیں وزیراعظم لیاقت علی خان سے ملنے اور پاکستان کے لئے خدمات سرانجام دینے پر راضی کیا۔ حضرت چوہدری صاحب نے اپنا عذر پیش کیا کہ وہ نواب آف بھوپال کے لئے خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور قائداعظم کی خواہش ان تک پہنچائیں گے اور ان کی اجازت کے بعد جتنی جلدی ممکن ہوسکا پاکستان کے لئے اپنی خدمات پیش کردیں گے۔

قائداعظم کی خواہش کے مطابق حضرت چوہدری صاحبؓ نے 25 دسمبر 1947ء کو پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ اس وقت تک نوزائیدہ ریاست پاکستان میں وزیر خارجہ کا تقرر نہیں کیا گیا تھا اور یہ قلمدان بہت سے دوسرے محکموں کی طرح وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان ہی کے پاس تھا۔

تقسیم ہندوستان کے وقت ہندوستان بھر میں 564 کے قریب چھوٹی بڑی ریاستیں شامل تھیں۔ تقسیم کی بنیاد چونکہ دوقومی نظریہ تھا اس لئے مسلم اکثریتی علاقے پاکستان میں اور ہندو اکثریتی علاقے ہندوستان میں شامل ہونے تھے۔ کچھ ریاستوں میں راجہ کا مذہب رعایا کی اکثریت سے مختلف تھا۔ ان ریاستوں کو دونوں آزاد ممالک میں ضم ہونے کے حوالے سے انڈیا کے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کا بھی موقف یہی تھا کہ ایسی ریاستیں جہاں والئی ریاست اور رعایا کی اکثریت کا مذہب مختلف ہو وہاں استصواب رائے کروایا جائے۔

کشمیر میں مسلم اکثریت ہونے کے باوجود اس وقت کے کشمیری مہاراجہ ہری سنگھ نے ریاست کے الحاق کا اعلان ہندوستان سے کردیا۔ اس فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے پاکستان کی جانب سے قبائلی لشکر کشمیر میں داخل ہوگئے تو ہندوستان نے اپنی فوجیں کشمیر میں اتار دیں اور ان کے درمیان جھڑپیں شروع ہوگئیں۔

وزارت کی حلف برداری کی مذکورہ بالا تقریب میں ہی سر ظفر اللہ خان نے قائداعظم سے عرض کی کہ ان کے علم میں آیا ہے کہ انڈیا کشمیر کا قضیہ اقوام متحدہ میں لے جارہا ہے۔ چنانچہ جنوری 1948ء میں ہندوستان نے یہ معاملہ یواین او کی سلامتی کونسل میں پیش کردیا۔ افراتفری میں اور تیاری کے بغیر پاکستان کی طرف سے فوری طور پر وزیر خارجہ سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی سربراہی میں ایک وفد نیویارک پہنچا جس میں چوہدری محمد علی ایڈووکیٹ جنرل سید محمد وسیم اور کرنل مجید ملک شامل تھے۔ دوسری طرف ہندوستانی وفد کی قیادت کشمیر کے ایک سابق وزیراعظم دیوان بہادر سر گوپالا سوامی آئنگر (N. Gopalaswami Ayyangar) نے کی۔ (یہی آئنگر صاحب آرٹیکل 370 کے خالق بھی تھے، جسے حال ہی میں نریندرا مودی کی حکومت نے کالعدم قرار دے کر کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کی ہے۔)

15 جنوری 1948ء کو اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں کشمیر کا معاملہ زیر بحث لایا گیا۔ ہندوستان کا موقف تھا کہ کشمیر کے مہاراجہ ہری سنگھ نے بلاجبر واکراہ اس کا الحاق ہمارے ساتھ کیا ہے۔ پاکستان قبائلیوں کی سپورٹ کرکے اور کشمیر میں داخل کرکے وہاں کے امن کو تباہ کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ پاکستانی فوج بھی قبائلیوں کے ساتھ کشمیر میں داخل ہوکر ان کی مدد کررہی ہے۔ یہ تقریباً اسی طرح کا موقف تھا جو بعد میں کارگل کی جنگ میں بھی ہندوستان کی طرف سے اختیار کیا گیا تھا۔ ہندوستان نے اقوام عالم کو یقین دہانی کرائی کہ اگر پاکستانی فوج اور قبائلی کشمیر سے نکل گئے اور امن قائم ہوگیا تو ہم رائے عامہ کے مطابق الحاق کا فیصلہ کریں گے۔

ہندوستان سیکورٹی کونسل سے صرف یہ چاہتا تھا کہ پاکستان قبائلیوں کو روکے اور کشمیر میں مداخلت بند کردے جب کہ پاکستان سیکیورٹی کونسل سے استصواب رائے کی قرارداد منظور کرانا چاہتا تھا۔

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانؓ نے باوجود پوری تیاری نہ ہونے کے جس لیاقت کے ساتھ یہ معاملہ اٹھایا زیادہ تر ممالک پاکستانی موقف کی تائید میں آکھڑے ہوئے اور سلامتی کونسل کے وہ ممالک جو پاکستان کو غاصب سمجھ رہے تھے صورت حال کی نزاکت تک پہنچ گئے۔ 20 جنوری تک 11 میں سے 9 ممالک چین، برطانیہ، فرانس، امریکہ، ارجنٹائن، بیلجیم، کینیڈا، کولمبیا اور شام قرارداد کے حق میں تھے۔ دو ممبران روس اور یوکرائن غیر جانبدار رہے۔ یہ ''سیکورٹی کونسل قرارداد نمبر 39'' کے نام سے جانی جاتی ہے۔ صورتحال کو بھانپتے ہوئے ہندوستانی وفد نے اپنی حکومت سے مشورہ کرنے اور واپس دہلی جانے کے لئے اجلاس موخر کروالیا۔

اس دوران ہندوستان کی طرف سے برطانوی وزیراعظم اٹیلی پر مختلف ذرائع سے دباؤ ڈالا گیا اور انہوں نے اپنے ہی وزیر جو اقوام متحدہ میں پاکستانی موقف کی حمایت کررہے تھے، کے برخلاف موقف اختیار کیا۔ چنانچہ ایک نئی قرارداد منظوری کے لئے پیش کی گئی جو پہلی قرارداد سے کافی کمزور تھی۔ (وزیراعظم اٹیلی سائمن کمیشن کے رکن بھی رہ چکے تھے اور پاکستان کے وجود کے ہی خلاف تھے)۔ یہ قرارداد نمبر 47 کہلاتی ہے جو کہ 21 اپریل کو منظور ہوئی۔ اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پانچ رکنی کمیشن قائم کیا گیا جسے عرف عام میں کشمیر کمیشن کا نام دیا گیا۔

اس قرارداد میں بھی کمیشن کا تقرر پاکستان کے ایک موقف کی کامیابی تھی کیونکہ انڈیا چاہ رہا تھا کہ سلامتی کونسل صرف لڑائی بند کرادے باقی کام وہ خود کرے گا۔ لیکن کمشن کے قیام اور نگرانی کی وجہ سے ہندوستان نے فوجی کاروائیاں تیز کردیں۔ چنانچہ حالات کے پیش نظر چوہدری صاحب موصوف نے وہیں سے وزیراعظم لیاقت علی خان کو پیغام بھجوایا کہ نیویارک میں فیصلہ نہیں ہوسکا اور یہ فیصلہ کشمیر میں ہی ہوگا اس لئے پاکستان کو اپنی باقاعدہ فوج کشمیر میں اتار دینی چاہئے۔

(باقی صفحہ 13)

قلم دا سورج

مکرم فرخ سلطان محمود صاحب

نام کتاب: قلم دا سورج (پنجابی)

لکھاری: مبارک احمد ظفرؔ

ناشر: رفعت تسنیم

ایڈیشن اوّل: 2018ء

صفحات: 180

تعداد: 3000

خاکسار کے لئے یہ امر باعثِ مسرّت ہے کہ پنجابی زبان میں شاعری کی ایک کتاب کا تعارف لکھنے کا موقع مل رہا ہے۔ اس خوشی کی بڑی وجہ تو یہی ہے کہ مہدیٔ آخرالزماں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش جس مبارک بستی قادیان میں ہوئی اور جس خطّۂ ارض میں آپؑ کی زندگی کا بیشتر حصہ گزرا اور پھر وفات ہوئی، وہ سب پنجاب کے ہی مختلف علاقے ہیں۔ اگرچہ حضور علیہ السلام نے براہ راست پنجابی زبان میں کوئی تصنیف رقم نہیں فرمائی، نظم نہیں کہی یا کوئی قابلِ ذکر تفصیلی گفتگو بھی پنجابی میں نہیں فرمائی لیکن پنجابی زبان کی سعادت ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس زبان میں الہامات سے سرفراز فرمایا گیا اور ’’جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو‘‘ جیسی پیشگوئی آپؑ کی زندگی میں ہی نہایت شان سے پوری ہونے لگی۔

پنجاب کے حوالے سے یہ بات بھی اہم ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی مسند خلافت پر متمکّن ہونے والے سارے بابرکت وجود بھی پنجاب کے ہی مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں اور دائمی مرکز قادیان سے ہجرت کے بعد جس شہر ربوہ کو مرکز احمدیت ہونے کا شرف حاصل ہوا وہ بھی پنجاب میں ہی واقع ہے۔ پس پنجاب اور پنجابی زبان کا احمدیت اور احمدیوں کے ساتھ ایسا خوبصورت رشتہ ہے جسے زمین کے کناروں تک پھیلی ہوئی دنیائے احمدیت میں ہمیشہ محبت اور عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

خطّۂ پنجاب جو صدیوں سے بیرونی حملہ آوروں کی گزرگاہ رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات محض چند کوس کے فاصلہ پر ہی پنجابی زبان اپنا مزاج اور انداز تبدیل کرتی چلی جاتی ہے، مزید یہ کہ گزشتہ ایک صدی میں سیاسی اور کبھی لِسانی بنیادوں پر یہ صوبہ تقسیم در تقسیم ہوتا چلا آیا ہے تاہم آج بھی اس کے باسی پنجابی زبان کثرت سے بولتے اور سمجھتے ہیں۔ البتہ لکھنے اور پڑھنے کا معاملہ کلّیۃً مختلف ہے جس کی ایک وجہ مشرقی اور مغربی پنجاب میں مختلف رسم الخط کا استعمال ہے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ پنجابی زبان کے پڑھنے پڑھانے یعنی شعبۂ تدریس میں کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی اور نہ ہی سرکاری سرپرستی اسے حاصل رہی ہے۔ چنانچہ ماضی کے چند نامور بزرگوں کی کہی ہوئی بامقصد پنجابی شاعری اور لوک گیتوں کے طفیل ہی یہ زبان عوامی سطح پر زندہ رہی ہے اور ثقافتی سطح پر مقبولیت بھی اسے حاصل ہے۔

مذکورہ حالات میں پنجابی زبان میں کچھ کہنا یا لکھنا اور پھر اس ادبی تخلیق کا اشاعت کے مراحل طے کر کے قبولیت کا شرف پانا محال نظر آتا ہے۔ چنانچہ زیرنظر کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے اُس محنت اور جذبہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو اس بامقصد کام میں صَرف ہوا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ عشق و آگہی کے بنا یہ کلام نہیں کہا جاسکتا تھا اور ولولے اور شوق کے بغیر یہ کام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ قبل ازیں جناب مبارک احمد ظفرؔ کی اردو شاعری کی دو کتب شائع ہو کر داد وتحسین حاصل کر چکی ہیں۔

عرفِ عام میں جناب مبارک احمد ظفرؔ کی شاعری کا سلسلہ دینی اور اخلاقی موضوعات سے شروع ہو کر روحانی موضوعات پر ختم ہوتا ہے۔ گویا (ذریعۂ اظہار خواہ کچھ بھی ہو) یہ اُن کی روح میں بسی ہوئی عشقِ حقیقی کی خوشبو اور شعائر اللہ کے ساتھ اخلاص و وفا کا جذبہ ہی ہے جو قرطاس پر بکھرنے لگا تو بکھرتا ہی چلا گیا۔ اگرچہ اپنی مادری زبان پنجابی میں پہلے بھی اکّا دُکّا نظمیں کہنے کا موقع انہیں ملتا رہا تھا لیکن آپ کے زورِ قلم کا غیرمعمولی انداز اور قبولیت اُس وقت تک دیکھنے میں نہیں آیا جب تک حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خوبصورت پنجابی الہام ’’عشق الٰہی وسّے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی‘‘ کو ایک مصرعہ طرح کے طور پر آپ کو دیا۔ جب اگلے ہی دن آپ نے ایک نظم اپنے آقا کے حضور پیش کی تو خوشنودی کے ساتھ ساتھ جن دعاؤں سے حصّہ پایا اُن کا فیض تھا کہ ابرِرحمت جھوم کر برسا۔ مذکورہ نظم کا مطلع اور چند اشعار یوں تھے:

چلدے پھردے چار چفیرے ونڈن فیض روحانی
’’عشق الٰہی وسّے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی‘‘
توبہ ، تقویٰ نال گزارن جگراتے جو کٹّن
ولی پیغمبر ہوندے جیہڑے رکھن پاک جوانی
جوہ خلافت والی اندر ، ساڈیاں سَتے خیراں
تھاں تھاں رُلدے پھردے جہاں ایہدی قدر نہ جانی
نال قرآن دلیلاں لے کے ہتھ قلم تلواراں
بیاسی لکھ کتاباں اُس نے کیتی اے سلطانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا ایک کشف یوں بیان فرماتے ہیں کہ لباس فاخرہ زیب تن کئے ہوئے چند فرشتے ایک غزل پڑھتے ہیں اور مصرعہ کے آخر پر لفظ ’’پِیر پیراں‘‘ کہتے ہوئے آپؑ کی طرف ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے ہیں۔ اس کشفی کیفیت کو نظم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے جناب مبارک احمد ظفرؔ کہتے ہیں:

تیرے دَم نال سُتیاں ہویاں جاگ پیاں تقدیراں
ساڈیا سوہنیا سائیاں تینوں مَنّیا ’’پِیر پیراں‘‘
مُلکاں مُلکاں تیرے ناں دا جاری لنگر ہویا
دَر تیرے توں فیض کمایا وَلیاں ، بھگتاں ، میراں
وَن سَوَنّی بولیاں والے کٹھو ہو گئے تیرے
صورت تیری ویکھ کے نالے تیریاں پڑھ تحریراں

وریاں پہلاں جیہڑے سُپنے تُوں سَن ویکھے پیرا!
سچّے نکلے ، اوہناں نوں اَج مِل گئیاں تعبیراں
کرماں والی نظر جے پاویں، ہتھ موڈھے تے رکھیں
پاٹیاں لِیراں والے وی فیر پا جاوَن توقیراں

موصوف شاعر کے اردو اور پنجابی کلام سے استفادہ کرنے والے جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنی سوچوں کا رُخ اور منزلِ مقصود محض دین کو ہی قرار دیا ہے۔ گویا ایسا زاویۂ نظر ہے جو دنیاوی رطب و یابس سے پاک ہے اور کلّیۃً اپنے خالق و مالک اور اُس کی پیاری مخلوق کے گرد گھومتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کو اُن شہدائے احمدیت سے معنون کیا گیا ہے جو اپنے پیاروں کو پیچھے چھوڑ کر اپنے ربّ کی آغوشِ رحمت میں جا بیٹھے۔

معرفت کے سفر کی ابتدائی منازل کا رُخ متعیّن کر دینے والی شاعری کی اس کتاب کا آغاز ایک خوبصورت حمدیہ کلام سے ہوتا ہے۔ جب کہ دوسری نظم تو سورۃ الاخلاص کی تفسیر ہے جس کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ:

او لاثانی او واحد
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدْ
سارے اوسدے ہین محتاج
بس اِک اوسدی ذات صَمَدْ
اوسدا ساتھ ناں کوئی سنگ
لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ
اِکّو اِک خدا دی ذات
باقی سارے کرنا ردّ

بلاشبہ شاعر موصوف کی شاعری سہلِ ممتنع کی ایک عمدہ مثال ہے۔ سادہ اور بے تکلّف انداز میں کہی گئی نظموں میں جو دینی مضامین سمٹے ہوئے نظر آتے ہیں وہ بزبان خود اشارہ کرتے ہیں کہ یہ بیج کس بابرکت مٹی میں نمو پا کے پلا بڑھا ہے۔ چنانچہ ایک اَور حمدیہ نظم کے چند اشعار ہیں:

تیریاں حمد ثناواں سائیں
شام سویرے گاواں سائیں
تیرے پاک کلام دوالے
گُھماں پھیرے لاواں سائیں
دِل دے ویہڑے پَیر جے پاویں
رَج دھمالاں پاواں سائیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں کہی گئی ایک طویل نعت کا پہلا بند پیش ہے:

ھتھ وِچ مُہرِ نبوّت آلی
اس دے موہڈے کملی کالی
اس دا رُتبہ سب توں عالی
نبّیاں دا سردار محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم

اگرچہ جناب مبارک ظفرؔ نے خالص دینی موضوعات سے ہٹ کر بھی بہت سی نظمیں کہی ہیں تاہم اعلیٰ اخلاقی قدروں کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ چنانچہ معاشرتی روایات کو مزید جِلا بخشنے اور سچائی کے فروغ کے لئے آپ کی شاعری میں جو پیغام موجود ہے اس سے صَرفِ نظر کیا ہی نہیں جاسکتا۔ نمونۃً یہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

جیہڑے لاندے لارے لوکی
ہوندے بے اعتبارے لوکی
مال تے دولت پوجن والے
ہوندے قسمت مارے لوکی
خاک نشینی والے ہووَن
اسماناں دے تارے لوکی

اور یہ بھی کہ:

ربّ دے اگّے سیس جھکایئے
تھاں تھاں کھپ نہ رولا پایئے
لوکاں دے دکھ درد ونڈایئے
اجر خدا توں اُس دا پایئے
پِشلے ویلے راتیں اُٹھ اُٹھ
رُسّیا ہویا یار منایئے

اپنی مختصر نگارش کا اختتام ایک خوبصورت بند سے کرنا چاہتا ہوں۔ کہتے ہیں:

تَینوں مَنّیا اے اپنا خدا ربّا
تیرے نال اے ساڈی وفا ربّا
سانوں رات ہنیری پئی ڈَنگدی اے
کوئی پیار دا رنگ وکھا ربّا

گو کہ جناب مبارک احمد ظفرؔ کی شاعری پر اَور بھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ تاہم اختتام سے قبل یہ کہنا نہایت مناسب ہے کہ انسانی تخلیق کے ہر شاہکار میں بہتری کی گنجائش رہتی ہے۔ چنانچہ بہت سی خصوصیات کی حامل اس کتاب ”قلم دا سورج“ میں مشکل الفاظ پر حتّی المقدور اعراب لگا کر اس کتاب کو قارئین کے لئے کسی قدر آسان بنایا جاسکتا تھا۔ نیز اگر کتاب کے آخری چند صفحات مُشکل الفاظ کے اردو میں معانی کے لئے مختص کر دیئے جاتے تو یقیناً یہ سونے پر سہاگہ ہوتا۔ اسی طرح ٹیکسٹ کی سیٹنگ اور ڈیزائننگ کو بھی مزید بہتر کیا جاسکتا تھا۔ تاہم پُر اثر کلام کے علاوہ شاندار گیٹ اَپ، سفید عمدہ کاغذ، جاذب نظر سرورق، صاف واضح تحریر اور دیگر بہت سی ظاہری خوبیاں اس کتاب کو شیلف پر موجود دیگر ادبی کتب سے ممتاز کرتی ہیں۔

بقیہ از صفحہ پیارے ابوجان کی یاد میں

آپ کے درج ذیل پسماندگان ہیں۔

1۔ محترمہ صدیقہ جمیل احمد رشید صاحبہ، اہلیہ، کینیڈا
2۔ خاکسار شیخ محمود احمد رشید، کینیڈا
3۔ محترمہ فوزیہ رشید صاحبہ، لاہور
4۔ محترم مقصود احمد رشید صاحب، کینیڈا
5۔ محترمہ قدسیہ رشید صاحبہ، اسلام آباد، پاکستان
6۔ محترم شیخ مشہود احمد رشید صاحب، کینیڈا۔
7۔ محترمہ طاہرہ رشید صاحبہ، کینیڈا۔
8۔ محترم شیخ محمد احمد رشید صاحب، لاہور

آپ کی نمازِ جنازہ محترم ملک طاہر احمد صاحب امیر ضلع لاہور نے 18 جون کو پڑھائی اور قبرستان لاہور میں تدفین ہوئی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لندن میں 27 جولائی کو نماز ظہر سے قبل ایک حاضر جنازہ کے ساتھ ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

کینیڈا میں 22 جون کو مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مربی سلسلہ پیس ویلج نے مسجد بیت الاسلام میں نماز ظہر کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ دے اور ان کی اولاد کو ان کی خوبیوں سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین

مسجد بیت الاسلام میں کینیڈا ڈے

یوں تو کینیڈا ڈے ملک کے ہر شہر اور قصبہ میں انتہائی جوش وخروش سے منایا جاتا ہے لیکن پیس ویلج اور اُس کے گردونواح کے چھوٹے بڑے افراد اِس دن مسجد بیت الاسلام میں جمع ہو کر نہ صرف اپنے جوش وخروش کا اظہار کرتے ہیں بلکہ کینیڈا اور اُس کے باشندوں کی ترقی اور خوش حالی کے لئے پُرسوز دُعائیں بھی کرتے ہیں۔ اِس مسجد کے میناروں سے بلند ہونے والی اذانوں کے ساتھ امن وسلامتی کا پیغام بھی سُنائی دیتا ہے۔ اِسی لئے ہر سال یکم جولائی کو پیس ویلج کے مکینوں کے ساتھ اڑوس پڑوس کے ہم وطن بھی ہم آواز ہوجاتے ہیں اور ہم آہنگی کا ایک خوبصورت نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے۔

اِس سال بھی یکم جولائی کو وفاق کنفیڈریشن کے 152 سال مکمل ہونے پر مسجد بیت الاسلام کے سبزہ زاروں پر ایسا ہی منظر تھا، سارا پیس ویلج کینیڈا کے سرخ وسفید جھنڈوں سے سج رہا تھا۔

ایوان طاہر اور مسجد کے آس پاس عید کا سا سماں تھا۔ احمدیہ پارک میں بچوں کی تفریح کے لئے کھیلوں کا انتظام تھا۔ مسجد کی سیڑھیوں پر تقریب کے لئے باقاعدہ اسٹیج بنایا گیا تھا اور سبزہ زار پر ترتیب سے کرسیاں لگائی گئی تھیں۔

نماز ظہر کے بعد پرچم کشائی کی رسم ادا کی گئی۔ وان شہر کے مئیر

His Worship Maurizio Bevilacqua

نے کینیڈا کا پرچم لہرایا جب کہ اونٹاریو کے نوجوان وزیر تعلیم

Hon. Stephen Lecce

نے صوبہ اونٹاریو کا پرچم لہرا کر تقریب کا آغاز کیا۔

مکرم سیّد مبشر احمد صاحب نے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 14 کی تلاوت کے بعد انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ جس کے بعد سُرخ وسفید لباس میں ملبوس 50 بچے اور بچیوں نے کینیڈا کا قومی ترانہ ترنم سے گا کر مہمانوں کا دل جیت لیا۔ عزیزم خبیب احمد نے اپنے مضمون میں پیارے وطن کینیڈا سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔

مہمانوں میں سے چند معززین نے اپنے خطاب میں جماعت احمدیہ کی کینیڈا سے وابستگی اور حُب الوطنی کو سراہا اور کینیڈا کی ترقی میں جماعت کی خدمات کا ذکر کیا۔

His Worship Maurizio Bevilacqua
Mayor of Vaughan
Hon. Muhammad Faiz MPP - Saskatchewan
Hon. Stephen Lecce MPP
Minister of Education Ontario
Hon.Michael Tibollo MPP
Associate
Minister of Mental Health Ontario
Hon. Deb Schulte M.P.
King-Vaughan
Hon. Francesco Sorbara M.P.
Vaughan-Woodbridge

محترم امیر صاحب کا خطاب

محترم امیر صاحب نے فرمایا کہ آج جب ہم کینیڈا ڈے منا رہے ہیں، دراصل ہم کینیڈا کی خوبیوں کو منا رہے ہیں، کینیڈا نے ہمیں جو کچھ دیا ہے اُس خوشی کو منا رہے ہیں، کینیڈا کے درخشندہ مستقبل کو منا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ کینیڈا دنیا کا ایک انمول خطہ ہے کیونکہ یہ سب قومیّتوں کا ملک ہے۔ دنیا کے ہر ملک کے باشندے یہاں امن وسکون سے اکٹھے رہتے ہیں۔ خواہ وہ کہیں سے بھی آئے ہوں اُن کا کوئی بھی پس منظر ہو یہاں ہم سب ایک ہیں۔ یہاں ہم باہمی وقار، عزت واحترام، صبر واستقلال کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔ یہاں ہم اپنے اختلافات کو قبولیّت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے اختلافات اِس حسین ملک میں ہمیں متحد کرتے ہیں۔

محترم امیر صاحب نے فرمایا کہ کینیڈا کی مثال شہد کی مکھی کی طرح ہے جو ہر پھول سے Nectar جمع کرتی ہے اور پھر شہد بناتی ہے۔

یہ سچ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے کینیڈا محض ایک تصور تھا لیکن اب یہ ایک نمونہ بن چکا ہے جس پر تمام دنیا رشک کرتی ہے۔ ایک احمدی کی حیثیت سے ”محبت سب کے لئے اور نفرت کسی کے لئے نہیں“ ہمارا ایک رہنما اصول ہے اور کینیڈا اِس کی ایک مجسم مثال ہے۔ ہمیں یہاں مکمل آزادی حاصل ہے، ضمیر کی آزادی، عقیدہ اور خیالات کی آزادی اور بلا روک ٹوک اپنے ایمان کے مطابق عبادت کی آزادی۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”حُب الوطنی ایمان کا حصہ ہے“ یہ محض ایک نعرہ نہیں بلکہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے، اِس موقع پر محترم امیر صاحب نے کینیڈا کے ایک سابقہ وزیر اعظم Sir Wilfrid Laurier کی تقریر کا اقتباس بھی پیش کیا۔ آخر میں آپ نے کینیڈا زندہ باد کے نعرے لگائے اور لوگوں کے ہجوم نے بھی کینیڈا زندہ باد کے پُرجوش نعرے لگائے جس سے فضا گونج اُٹھی۔

تقریب کے اختتام سے پہلے اجتماعی دُعا ہوئی اور کیک کاٹنے کی رسم ادا کی گئی۔

HAPPY CANADA DAY

HAPPY CANADA DAY
MY PRAYER IS THAT CANADA BECOMES
ALL THE WORLD
AND All THE WORLD BECOMES
CANADA
حُبّ الوطن من الایمان
LOVE OF COUNTRY
IS PART OF FAITH

IS P
THERE IS NONE WORTHY OF WORSHIP EXCEPT ALLAH
MUHAMMAD IS THE MESSENGER OF ALLAH
BAITUL ISLAM MOSQUE
TORONTO, CANADA

THERE IS NONE WORTHY OF WORSHIP EXCEPT ALLAH
MUHAMMAD IS THE MESSENGER OF ALLAH
BAITUL ISLAM MOSQUE

LOVE OF
IS PART
THERE IS NONE WORTHY OF WORSHIP EXCEPT ALLAH
MUHAMMAD IS THE MESSENGER OF ALLAH

IS P
CANADA
THERE IS NONE WORTHY OF WORSHIP EXCEPT ALLAH
MUHAMMAD IS THE MESSENGER OF ALLAH

ٹورانٹو اور گردونواح میں عیدالاضحیہ کی تقریبات

کینیڈا میں امسال عیدالاضحیہ 11 اگست اتوار کے روز منائی گئی۔ عید کے روز خوشگوار موسم اور چُھٹی کا دن، ایسا تو یہاں بہت کم ہوا کرتا ہے، اسلام میں خوشیاں منانے کا تصور عام مذاہب سے قدرے مختلف ہے، ہماری تقریبات اللہ تعالیٰ کی رضا کو شامل کئے بغیر مکمل نہیں ہوتیں خواہ وہ قربانی کی شکل میں ہوں یا عبادات کی شکل میں۔ عید الاضحیہ بھی ایسی ہی قربانی کا ایک ایسا ایمان افروز واقعہ ہے جس کی نظیر دنیا کے پردے پر نہیں ملتی۔ جماعت احمدیہ مسلمہ جہاں کہیں بھی ہو اس دن کا آغاز نماز فجر کے بعد نماز عیدالاضحیہ سے کرتی ہے اور خطبات میں قربانی کی حقیقی روح کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔

یہاں کینیڈا میں بھی 30 سے زائد مقامات پر عیدالاضحیٰ کے اجتماعات منعقد ہوئے اور سب سے بڑا اجتماع مسی ساگا کے انٹرنیشنل سنٹر میں منعقد ہوا جہاں تقریباً چھ ہزار نفوس نے نماز عید ادا کی۔ نماز عید کا وقت دس بجے مقرر کیا گیا تھا۔ احباب وخواتین اپنے بچوں کے ساتھ وقت سے بہت پہلے عیدگاہ میں جمع ہونے لگے۔ سارا ہال تکبیرات کی آوازوں سے گونجتا رہا۔ ٹھیک دس بجے صفیں درست کروانے کے بعد محترم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ کینیڈا کی معیت میں نماز عید ادا کی گئی۔

انٹرنیشنل سنٹر مسی ساگا میں نماز عیدالاضحیہ

خطبہ عیدالاضحیہ

محترم امیر صاحب نے تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الصافات کی آیت نمبر 103 تا 106 کی تلاوت کی اور تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ان آیات میں ایثار، قربانی، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ، استقلال اور دُعا میں ہمارے لئے ایک ایسا نمونہ پیدا کیا گیا ہے جو ہم میں سے ہر ایک کے لئے قابل تقلید ہے۔ ان آیات میں قربانی کا ایک ایسا اعلیٰ معیار پیش کیا گیا ہے جس کی مثال نہیں ملتی اور یہی عیدالاضحیہ کی روح ہے۔ آج عید کے دن ہم اس قربانی کو یاد کررہے ہیں اور اس کو منا رہے ہیں، ایک ایسی قربانی جو آج سے چار ہزار سال پہلے پیش کی گئی، زیادہ تر واقعات ایسے ہوتے ہیں جن کی یاد کچھ دیر تک رہتی ہے، کچھ ایسے ہوتے ہیں جو کچھ سال تک یاد رہتے ہیں یا کئی دہائیوں تک اِس کے بعد یہ واقعات عموماً یاد نہیں رہتے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے خاندان کی یہ قربانی اِس قدر عظیم تھی اور اللہ تعالیٰ کو یہ اِس قدر پیاری تھی اور انسانیت کے لئے یہ اتنی مفید تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا بڑے پیار سے ذکر فرمایا اور اسے تمام انسانوں کے لئے اور آئندہ تمام زمانوں کے لئے ایک مثال کے طور پر محفوظ کر دیا۔

تقریباً اڑھائی ملین حاجی اس وقت مکہ اور اس کی نواحی وادیوں میں حج ادا کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اور وہ تلبیہ پکار رہے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں ابراہیم کی طرح ہم بھی حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں، ہر قسم کی حمد تیرے لئے ہے، تمام برکتیں تجھ سے آتی ہیں، ہر چیز کا تو ہی مالک ہے، ہم تیری خدمت اور اطاعت کے لئے حاضر ہیں اور تیری توحید کا پیغام دنیا میں پھیلانے کے لئے ہم حاضر ہیں۔

پچھلے 26 سالوں کے دوران چھ کروڑ سے زیادہ حاجی حج کرچکے ہیں، دنیا کے تمام مذاہب میں اس قسم کے حج ہیں لیکن اسلام کا حج منفرد ہے، چار ہزار ایک سو سال سے اِس طرح تسلسل سے اِس کا جاری رہنا اور اتنے افراد کی شرکت مذاہب کی تاریخ میں اِسے ممتاز کرتا ہے، انسان حیران ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے خاندان کی اس قربانی کو اتنی زیادہ اہمیت کیوں دی، اِس کی وجہ یہ ہے کہ جو اعلیٰ درجہ کی قربانی اِس مثال میں پیش ہوئی وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت، قربانی، استقلال اور مسلسل دعائیں ہیں اِس قسم کی اقدار دنیا کے دوسرے واقعات میں نظر نہیں آتیں، ایک اور وجہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اِس قدر اہمیت عطا فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں ہم میں سے ہر ایک کے لئے سبق ہے۔ اس میں ہمارے بڑوں کے لئے بھی سبق ہے، ہمارے والدین کے لئے بھی سبق ہے، ہمارے نوجوانوں اور بچوں کے لئے بھی سبق ہے، ہماری خواتین اور مردوں کے لئے بھی سبق ہے۔ ہم میں سے ہر ایک جو خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اُس کے لئے ایک سبق ہے۔

اس واقعہ میں اطاعت کا ایک فقیدالمثال نمونہ نظر آتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک لمبی عمر تک کوئی اولاد نہیں تھی بڑھاپے میں لمبی دُعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر آپؑ کو ایک بیٹا عطا فرمایا اور وہ بچہ ابھی چھوٹا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے اور اس کی ماں کو فلاں بیابان میں چھوڑ آؤ۔ اُس بیابان میں ایک خاتون اور اُس کے نوزائیدہ بچے کو بغیر زندگی کے سامان چھوڑنا یقینی موت کے مترادف تھا، ایسا بچہ جو اُنہیں اپنی ساری عمر کی دُعاؤں کے بعد بڑھاپہ میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا، اس موقعہ پر اُس بچہ کی ماں کی قربانی کا اندازہ لگائیں، تاریخ میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو چھوڑ کر چلنے لگے تو حضرت ہاجرہؑ نے فرمایا کہ آپؑ ہمیں چھوڑ کر جارہے ہیں، حضرت ابراہیمؑ نے کوئی جواب نہیں دیا، اُنہوں نے پھر پوچھا کہ آپؑ ہمیں چھوڑ کر جارہے ہیں، اس سوال پر آپؑ منہ سے کچھ نہ بول سکے اُنہوں نے صرف آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اِس پر اُس عظیم خاتون نے یہ کہا کہ اگر آپؑ خدا کے حکم پر ہمیں چھوڑ کر جارہے ہیں تو خدا ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت ہاجرہؑ نے جو جواب دیا اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کے دل میں کس قدر ایمان اور یقین تھا کہ اگر خدا کے حکم پر ہمیں چھوڑ کر جارہے ہیں تو خدا خود ہماری حفاظت فرمائے گا اور سچ مچ ایسا ہی ہوا اللہ تعالیٰ نے اُس بیابان صحرا میں تمام دنیا کے لوگوں کے لئے برکت کے سامان پیدا کردیئے۔

یہ عظیم قربانی یہاں ختم نہیں ہوتی، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے خاندان کی قربانی میں ہم سب کے لئے ایک سبق ہے ہمارے نوجوانوں کے لئے بھی ایک سبق ہے کیونکہ نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کی قربانی پیش کررہے تھے بلکہ اُس بیٹے کی قربانی پر بھی نظر ڈالیں۔ جب وہ نوزائیدہ اپنی والدہ کے ساتھ صحرا میں چھوڑ دیا گیا اور بچ گیا تو جب وہ بڑا ہوا تو حضرت

ابراہیم علیہ السلام اُس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اب خدا تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تجھے اُس کی راہ میں قربان کردوں، جب باپ نے نوجوان کو یہ کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے قربان کر رہا ہوں تو تمہارا کیا خیال ہے تو ایک لمحہ کے لئے بھی بیٹے نے اِس کا جواز نہیں مانگا اور تردد نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ اے میرے باپ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو حکم دیا ہے آپؑ وہ کریں اور آپؑ میری فکر نہ کریں خدا نے چاہا تو مجھے آپ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

محترم امیر صاحب نے فرمایا کہ یقیناً ہم میں سے جو والدین ہیں اُن کے لئے اِس میں ایک سبق ہے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری نسلوں کو اللہ برکتیں عطا فرمائے تو ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونے پر چلنا چاہئے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری نسلیں بڑھائے اور ساری دنیا میں پھیلائے اور اس جہان میں بھی اور اُس جہان میں بھی اُنہیں کامیابیاں اور کامرانیاں عطا فرمائے تو ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونے پر عمل کرنا چاہئے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا اُس کے نمائندوں کی طرف سے آواز آئے تو تم اطاعت کرو، وہ قربانی خواہ ہمارے وقت کی ہو، خواہ ہماری مالی قربانی ہو، خواہ ہماری جان کی قربانی ہو ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی طرح اپنے بچوں کے لئے نمونہ بننا چاہئے جب ہم قربانیاں پیش کریں گے تو اُس ماحول میں ہمارے بچوں میں بھی وہ روح پیدا ہوگی کہ جب اُنہیں قربانی کے لئے کہا جائے تو وہ بھی اُس پر لبیک کہیں۔ آج جب ہم عیدالاضحیہ منا رہے ہیں تو ہم اِن عظیم قربانیوں کی یاد تازہ کرتے ہوئے ایک عہد و یقین پیدا کریں گے کہ اگر ہم خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اُس کی اطاعت میں ہر وہ قربانی پیش کریں جس کا ہم سے اللہ تعالیٰ یا اُس کے نمائندے مطالبہ کریں اور اِس کے نتیجہ میں اگر اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی اور دنیا کی کوئی نعمت نہیں جو اللہ تعالیٰ ہمیں عطا نہیں فرمائے گا۔

امیر صاحب کا یہ روح پرور اور ایمان افروز خطاب اردو اور انگریزی میں نصف گھنٹہ تک جاری رہا۔

خطبہ ثانیہ اور اجتماعی دُعا

10 بج کر 36 منٹ پر خطبہ ثانیہ کے بعد محترم امیر صاحب نے اجتماعی دُعا سے قبل فرمایا کہ عید ایک خوشی کا موقع ہے، اِس موقع پر ہم اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو ملتے ہیں، اپنے روحانی حظ کو اور بڑھانے کے لئے یہ ارادہ کرلیں کہ اِس عید کی خوشی میں آپ کم از کم ایک ایسے خاندان کو بھی ملیں گے جن کو آپ معمول میں نہیں ملتے اس سے آپ کی عید کی خوشی دوبالا ہو جائے گی اور جماعت کی یک جہتی میں اضافہ ہوگا۔

خصوصی دُعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اِس موقع پر ہم دُعا کریں گے خاص طور پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کہ اللہ تعالیٰ حضور انور کی نصرت فرمائے، حضور کے منصوبوں کو کامیاب فرمائے، اُن کی دُعاؤں کو قبول فرمائے اور افراد خاندان اور حضور کے خدام کی حفاظت فرمائے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں احمدی دین کی وجہ سے مختلف قسم کی مشکلات برداشت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت فرمائے اور اُن کو ظلم کی سرزمین سے نکال دے اُن پر ظلم کرنے والوں کے ہاتھوں کو روکے، اور اُن کے لئے امن، سلامتی اور خوشحالی کے سامان پیدا کر دے۔

اللہ تعالیٰ شہدائے احمدیت اور اسیرانِ راہِ مولیٰ کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور اُن کے خاندانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اُن کی قربانی کو صبر سے برداشت کریں اور اللہ تعالیٰ اُن قربانیوں کے پھل اُنہیں عطا فرمائے۔

ہمیں اپنے مربّیان سلسلہ اور واقفین زندگی کے لئے دُعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے دین کی، جماعت کی خدمت کی اُن تمام استعدادوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں عطا کیں ہیں توفیق عطا کرے۔

عہدیداران کو اللہ تعالیٰ جماعت کی ایسے رنگ میں خدمت کی توفیق عطا فرمائے جس سے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو۔

رضا کار جنہوں نے اِس عید کے اور کینیڈا میں دوسری جگہوں پر انتظامات میں ہاتھ بٹایا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی خدمت کو بھی قبول فرمائے اور اُن کو بہترین اجر عطا فرمائے۔

اجتماعی دعا

پونے گیارہ بجے دُعا کے بعد محترم امیر صاحب نے تمام حاضرین کو عید مبارک کا تحفہ پیش کیا۔

مسجد بیت الاسلام میں نماز عیدالاضحیہ

عیدالاضحیہ کا دوسرا بڑا اجتماع جماعت احمدیہ کینیڈا کے مرکز بیت الاسلام میں ہوا جہاں مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مربی سلسلہ پیس ولیج نے نماز عید پڑھائی۔

مکرم مولانا صاحب موصوف نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد درج آیات کریمہ کی تلاوت کی۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ 2:125)

ترجمہ: اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے بعض کلمات سے آزمایا اور اس نے ان سب کو پورا کر دیا تو اس نے کہا میں یقیناً تجھے لوگوں کے لئے ایک عظیم امام بنانے والا ہوں۔ اس نے عرض کیا اور میری ذریت میں سے بھی۔ اس نے کہا) ہاں مگر (ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچے گا۔

آپ نے فرمایا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں یہ بیان کیا گیا کہ حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی قربانی سے سبق ہمیں ملتا ہے جس کی یاد میں بسا اوقات لوگ عید کے موقع پر نماز کے بعد صرف جانور کی قربانی کر کے جس محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ کافی نہیں ہے بلکہ قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کو ان جانوروں کا نہ خون پہنچتا ہے اور نہ گوشت بلکہ اس کی نظر انسان کے دل کے تقویٰ پر ہے۔

اس اعتبار سے جو بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے سمجھنی چاہئے وہ یہ ہے کہ کس طرح تینوں نے اپنی اپنی جگہ خدا تعالیٰ کی اطاعت، محبت اور قربانی کا بہترین نمونہ پیش کیا اور اپنے نفسوں کی اپنے جذبات کی اپنے خواہشوں کی قربانی کی جو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر تھی۔ اس لئے عیدالاضحیہ کے موقع پر یہ دیکھنا اور سوچنا چاہئے کہ ہم خدا تعالیٰ کی خاطر قربانی کے کس معیار پر ہیں۔ مرد بحیثیت خاوند، باپ، بیٹا، بھائی، اور عورت بحیثیت بیوی، ماں اور بیٹی کے خدا تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل میں کس مقام پر ہیں۔ اس طرح کے جائزے لینے سے ہم عید کے حقیقت کو سمجھ کر حقیقی خوشیاں منا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بات کی توفیق دے کہ ہم خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر سکیں۔ آمین

آخر پر آپ نے اجتماعی دعا کرائی اور سب کو عید مبارک کا تحفہ پیش کیا۔

بعدہ احباب جماعت عید ملنے میں مصروف ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب و خواتین اور بچوں کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی۔

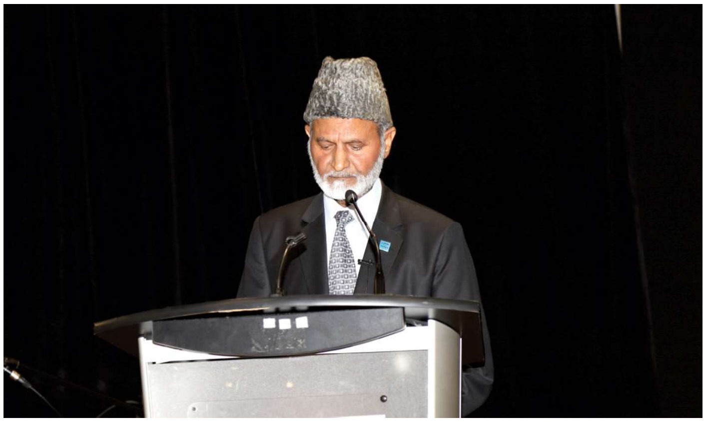

انٹرنیشنل سینٹر میں عید الاضحیہ کی تقریبات کی چند جھلکیاں

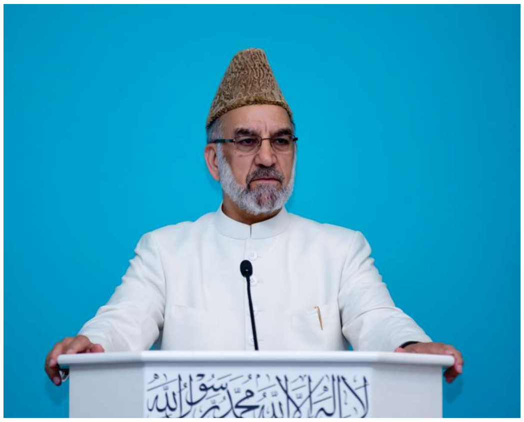

مسجد بیت الاسلام میں عید الاضحیہ کی تقریبات کی چند جھلکیاں

پیارے ابوجان کی یاد میں

مکرم شیخ محمود احمد رشید صاحب، رضا کار ایوان طاہر مشن ہاؤس ٹورانٹو

میرے پیارے ابوجان محترم شیخ جمیل احمد رشید مرحوم کا تعلق حلقہ ڈیفنس ناصر لاہور سے تھا۔ آپ مکرم شیخ مسعود احمد صاحب کے ہاں 22 اگست 1927ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابوجان، حضرت صوفی مولابخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے، جن کا شمار 313 صحابہ میں تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو دینی و دنیاوی ترقیات کے مواقع میسر آئے۔ آپ نے 1944ء میں ایمرسن کالج ملتان سے بی اے کیا۔

اس زمانہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت احمدیہ کے افراد کو ہدایات دی تھیں کہ وہ تحریک پاکستان کے لئے مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کریں اور اس کو کامیاب کرنے کے لئے بھرپور خدمات پیش کریں۔ چنانچہ اکثر احمدی نوجوانوں نے قیام پاکستان کے لئے بڑی جدوجہد کی۔

خاص طور پر ابوجان نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قیام پاکستان کے لئے غیر معمولی خدمات انجام دیں۔

قیامِ پاکستان میں آپ کی ان گراں قدر خدمات کے اعتراف میں تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ کی جانب سے آپ کو صدر مملکت پاکستان ڈاکٹر عارف علوی نے سندِ خوشنودی اور گولڈ میڈل عطا کیا۔ یہ تقریب تقسیم اسناد و میڈلز 26 اپریل 2019ء کو ایوان کارکنان تحریک پاکستان شاہراہ قائد اعظم لاہور میں منعقد ہوئی۔ چونکہ یہ اعزاز اباجی کی وفات کے بعد پیش کیا گیا تھا اس لئے میری امی محترمہ صدیقہ جمیل صاحبہ نے یہ سند اور میڈل وصول کئے۔

1948ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امانت فنڈ قائم فرمایا، جس میں آپ نے بھی حصہ لیا اور اس میں جو پیسے جمع کروائے، خلافت سے محبت و وفا کے تقاضے کی نتیجہ میں، بسا اوقات سخت ضرورت کے باوجود بھی کبھی واپس نہیں لئے۔ الحمدللہ! وہ پیسے آج بھی اسی فنڈ میں موجود ہیں۔

محترم شیخ جمیل احمد رشید صاحب مرحوم کی شادی 4 دسمبر 1954ء کو محترمہ صدیقہ صاحبہ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا۔

آپ قائد مجلس خدام الاحمدیہ ملتان رہے۔ 1962ء میں ملتان سے لاہور شفٹ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو گلبرگ لاہور کی جماعت کا پہلا صدر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ کو ابتداء سے ہی سلسلہ کے کاموں سے خصوصی لگاؤ تھا۔ آپ کی طبیعت میں عاجزی اور انکساری پائی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو جماعت کی بےلوث خدمات بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہمدرد و خیر خواہ تھے۔ ہمیشہ اپنی جیب سے غریب لوگوں کو مفت دوائیاں مہیا کرتے یا ان کی قیمت ادا کرتے تھے۔

آپ کو خلفاء کے ساتھ ایک خصوصی قربت حاصل تھی۔ اور ان کے زیر سایہ آپ کو خدمات بجالانے کے مختلف مواقع نصیب ہوئے۔

1964ء میں آپ نے واپڈا، لاہور میں بحیثیت ریونیو آفیسر ملازمت کا آغاز کیا اور 1987ء میں بحیثیت ڈائریکٹر کمرشل، واپڈا سے ہی ریٹائر ہوئے۔

1984ء میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک مولوی واپڈا ہاؤس کی لفٹ میں آپ کو قتل کرنے کی نیت سے چھپ کر بیٹھا ہوا ہے تا کہ وہ آپ کو قتل کر کے سیدھا جنت میں جائے۔ لیکن اسی خواب میں یہ بھی دیکھا کہ خدا تعالیٰ کی ذات نے آپ کو معجزانہ رنگ میں اس سے بچا لیا ہے۔

عین دوسری صبح انہوں نے دفتر کی لفٹ میں دیکھا کہ ان سے پہلے ہی ایک مولوی اس میں کھڑا ہے۔ آپ نے سمجھا کہ شاید اس نے بھی اوپر دفتر جانا ہے۔ جیسے ہی انہوں نے لفٹ کا بٹن دبایا، مولوی نے فوراً ہی ایک تیز دھار چاقو نکال لیا اور آپ پر حملہ کر دیا۔ لفٹ میں یہ دونوں ہی تھے۔ آپ نے اپنا بھرپور دفاع کیا۔ جس کے نتیجہ میں آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ رہے البتہ معمولی زخمی ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی لفٹ اوپر آنے کے معاً بعد مولوی غائب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب کے مطابق محفوظ و سلامت رکھا اور صحت و امان بخشی۔

واپڈا میں سبھی کو معلوم تھا کہ آپ احمدی ہیں۔ اس ادارہ میں رشوت کا بازار گرم تھا اوپر سے لے کر نیچے تک کرپشن ہی کرپشن تھی۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو ان معاشرتی برائیوں سے محفوظ رکھا۔ اباجان کی ریٹائرمنٹ کے موقع پر الوداعی تقریب میں خاکسار بھی موجود تھا۔ جس میں ہر ایک نے آپ کی امانت، دیانت، اخلاص، وفا، انتھک محنت اور بےلوث خدمات کی تعریف کی۔ چیئرمین واپڈا نے اس موقع پر آپ کے جملہ اوصاف کی وجہ سے آپ کی ملازمت میں مزید دو سال اضافہ کی پیشکش کی مگر آپ نے معذرت کر لی۔ یوں آپ نہایت عزت و احترام کے ساتھ ریٹائر ہوگئے اور اس کے بعد اپنی پینشن سے بروقت چندہ ادا کرنے اور مزید جماعتی خدمات سرانجام میں لگ گئے۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ اس حالت میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح کو باقاعدگی سے دعائیہ خطوط لکھتے رہے۔ آپ نے پروقار مگر سادہ زندگی بسر کی۔ بالآخر 16 جون 2018ء کو 91 سال کی عمر میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(باقی صفحہ 23)

اعلانات

احباب جماعت سے گزارش ہے کہ گزٹ میں شائع کروانے کے لئے اعلانات جلداز جلد لکھ کر بھجوایا کریں۔ نیز اعلانات مختصر مگر جامع اور مکمل ہوں۔ براہ کرم اپنا مکمل پتہ اور ٹیلی فون یا سیل نمبر ضرور لکھیں

ولادت

☆ ربیعہ جاوید سلمہا

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے 13 ستمبر 2019 بروز جمعۃ المبارک مکرم محمد انصر جاوید صاحب و محترمہ نغمانہ جاوید صاحبہ سیکرٹری تحریک جدید لجنہ پیس ویلج سینٹر ویسٹ کو بیٹی سے نوازا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ بچی وقفِ نو کی مبارک سکیم میں شامل ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اس بچی کا نام ”ربیعہ جاوید“ عطا فرمایا ہے۔

عزیزہ ربیعہ جاوید سلمہا مکرم محمد سرور جاوید صاحب شعبہ تجنید جماعت احمدیہ کینیڈا و محترمہ سعدیہ جاوید صاحبہ سیکرٹری تجنید لجنہ پیس ویلج سینٹر ویسٹ کی پوتی اور مکرم طارق محمود خاں صاحب و محترمہ ناصرہ جہاں صاحبہ آف سسکاٹون کی نواسی ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس بچی کو صحت و سلامتی والی عمرِ دراز عطا فرمائے اور اسے اپنے والدین اور اپنے افرادِ خاندان کے لئے قرۃ العین بنائے نیز دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔

تقریباتِ شادی خانہ آبادی

☆ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 24 جولائی 2019ء کو مکرم محمد احمد چوہدری صاحب و محترمہ روبینہ چوہدری صاحبہ، پیس ویلج سینٹر ایسٹ کی صاحبزادی محترمہ مناہل چوہدری صاحبہ کی شادی خانہ آبادی کی تقریب مکرم حامد محمود صاحب کے ساتھ ورڈی بنکوٹ ہال میں عمل میں آئی۔

اس تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا بعدہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعائیہ منظوم کلام ترنم سے پیش کیا گیا۔

مکرم چوہدری اللہ بخش صادق صاحب وکیل التعلیم تحریک جدید نے اس رشتہ کی کامیابی کے لئے دعا کرائی۔ اور اس کے بعد مہمانوں کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

اگلے روز 25 جولائی 2019ء مکرم ملک خالد مسعود صاحب ناظر اشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ و محترمہ امۃ المجید صاحبہ نے اپنے صاحبزادے مکرم حامد محمود صاحب کی دعوتِ ولیمہ کا اہتمام چاندنی کنونشن سینٹر میں کیا۔

مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دُعا کرائی اور مہمانوں کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

ہر دو تقریبات میں دوست احباب کے علاوہ امریکہ اور کینیڈا کے دور دراز شہروں سے آئے ہوئے اعزا و اقارب نے شرکت کی۔

☆ خدا تعالیٰ کے فضل سے 14 ستمبر 2019ء کو مکرم چوہدری کامران کاہلوں صاحب و محترمہ حنا کامران صاحبہ ربوہ کی صاحبزادی محترمہ عامرہ کامرن صاحبہ کی شادی خانہ آبادی کی تقریب مکرم ڈاکٹر عطاء الرحیم باجوہ صاحب کینساس امریکہ ساتھ کیپٹل بنکوٹ ہال مسس ساگا میں عمل میں آئی۔ اس تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا بعدہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعائیہ منظوم کلام ترنم سے پیش کیا گیا۔ مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے اس رشتہ کی کامیابی کے لئے دعا کرائی۔ اور اس کے بعد مہمانوں کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

اگلے روز 2 ستمبر 2019ء مکرم چوہدری طاہر احمد صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ساہیوال و محترمہ تنویر کوثر صاحبہ نے اپنے صاحبزادے مکرم ڈاکٹر عطاء الرحیم صاحب کی دعوتِ ولیمہ کا اہتمام اسی بنکوٹ ہال میں کیا۔ مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مربی سلسلہ پیس ویلج نے رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دُعا کرائی اور مہمانوں کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

یاد رہے اس نئے نویلے جوڑے کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے خاندان سے ہے۔ شعبہ تبلیغ کینیڈا کے مکرم چوہدری اقبال احمد گوندل صاحب دلہن کے ماموں اور شعبہ ضیافت کینیڈا کے مکرم چوہدری انیس احمد کاہلوں صاحب دلہن کے نانا ہیں۔

ہر دو تقریبات میں دوست احباب کے علاوہ امریکہ اور پاکستان سے آئے ہوئے اعزا و اقارب نے شرکت کی۔

ادارہ اس ولادت اور شادی خانہ آبادی کی تقریبات کے مواقع پر ان کے تمام افرادِ خاندان کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور مذکوہ بالا نئے نویلے جوڑ وکو ان دونوں خاندانوں کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور مثمراتِ حسنہ سے نوازے۔

آمین

دعائے مغفرت

نماز جنازہ حاضر

☆ مکرم چوہدری نعمان طارق صاحب

6 اگست 2019ء کو مکرم چوہدری نعمان طارق صاحب ابن مکرم چوہدری طارق علی ہندل صاحب بریمپٹن سپرنگ ویلی جماعت 42 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 16 اگست 2019ء کو مسجد بیت الحمد میں نماز جمعہ کے بعد مکرم سید محمد احسن گردیزی صاحب ایڈیشنل سیکرٹری تربیت و وقفِ جدید نومبائعین کینیڈا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اسی روز نماز جمعہ کے بعد بریمپٹن میموریل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مولانا عتیق احمد صاحب مربی سلسلہ بریمپٹن نے دعا کرائی۔ ہر دو مواقع پر کثیر تعداد میں دوستوں نے شمولیت کی اور کینیڈا کے دوسرے شہروں، جرمنی، یوکے اور امریکہ سے آئے ہوئے عزیز و اقارب شامل ہوئے۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ مسس ساگا نارتھ رہے۔ جماعت میں مختلف حیثیتوں سے خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، چندوں میں باقاعدہ، مالی تحریکات میں حصہ لیتے اور صدقہ و خیرات کرتے تھے۔ انہوں نے بچوں کی بہت اچھی تربیت کی۔ تمام بچے وقفِ نو کی مبارک سکیم میں شامل ہیں۔ تین بچے یادگا چھوڑے ہیں جن کی عمریں چھ، سات اور تیرہ سال ہیں۔ جماعت اور خلافت سے وفا اور محبت کا تعلق رکھتے تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ عائشہ غازیہ چوہدری صاحبہ، دو بیٹے عزیزان علی خاقان ہندل، ارہم ایقان ہندل اور ایک بیٹی عزیزہ سلمیٰ طارق، والد محترم چوہدری طارق علی ہندل صاحب، والدہ محترمہ مسرت جہاں طارق صاحبہ بریمپٹن سپرنگ ویلی جماعت، دو بھائی مکرم چوہدری رحمٰن احمد طارق صاحب وڈبرج جماعت، مکرم چوہدری فرزان احمد طارق صاحب، ایک ہمشیرہ محترمہ حنا چیمہ صاحبہ اہلیہ مکرم مبشر چیمہ صاحب اور خسر مکرم خضر چوہدری صاحب بریمپٹن سپرنگ ویلی جماعت یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ مکرم چوہدری کشور محمود گھمن صاحب

11 اگست 2019ء کو مکرم چوہدری کشور محمود گھمن صاحب وان ساؤتھ جماعت 49 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ 13 اگست 2019ء کو مسجد بیت الاسلام میں نماز مغرب کے بعد مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 14 اگست کو نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم امیر صاحب نے ہی دعا کرائی۔ مرحوم نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے بچوں کی بہت اچھی تربیت کی ہے۔ آپ کو جماعت میں مختلف حیثیتوں سے خدمات بجالانے کی توفیق ملی ہے۔ اور 1993ء سے جلسہ سالانہ کے ایام میں حفاظت کی ڈیوٹی پر مامور ہوتے تھے۔ تبلیغ کا بے حد شوق تھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے ذریعہ دس خاندانوں کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جماعت اور خلافت سے وفا اور محبت کا تعلق رکھتے تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ ثمینہ مقبول گھمن صاحبہ، تین بیٹے مکرم قاسم احمد گھمن صاحب متعلم جامعہ احمدیہ کینیڈا، مکرم عاصم محمود گھمن صاحب، مکرم باسل احمد گھمن صاحب، دو بیٹیاں محترمہ باسمہ گھمن صاحبہ، محترمہ آمنہ گھمن صاحبہ وان ساؤتھ جماعت، والد محترم چوہدری عاشق محمود گھمن صاحب شعبہ مال جماعت احمدیہ کینیڈا، والدہ محترمہ فہمیدہ نصرت گھمن صاحبہ پیس ویلج ساؤتھ ویسٹ، دو بھائی مکرم چوہدری قیصر محمود گھمن صاحب وان ایسٹ جماعت، مکرم حامد محمود گھمن صاحب پیس ویلج ساؤتھ ویسٹ، تین بہنیں محترمہ قدسیہ احمد صاحبہ بریمپٹن ایسٹ، محترمہ سعدیہ گھمن صاحبہ، محترمہ فوزیہ گھمن صاحبہ پیس ویلج ساؤتھ ویسٹ اور محترمہ رضوانہ روحی گھمن صاحبہ امریکہ یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ امۃ الہادی صاحبہ

14 اگست 2019ء کو محترمہ امۃ الہادی صاحبہ وڈبرج ساؤتھ جماعت 79 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ 26 اگست 2019ء کو مسجد بیت الاسلام میں نماز مغرب کے بعد مکرم مولانا عطاء المنان صاحب مربی سلسلہ پیس ویلج نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 27 اگست کو نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مولانا امتیاز احمد سرا صاحب نے دعا کرائی۔ مرحومہ حضرت محمد عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اور مکرم فضل الٰہی صاحب سوڈی مرحوم کی اہلیہ تھیں۔ نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کی پابند، نظام جماعت اور خلافت سے وفا اور محبت کا تعلق رکھتی تھیں۔

مرحومہ نے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم عمران فضل صاحب سویڈن، مکرم کامران فضل صاحب اور ایک بیٹی محترمہ عظمیٰ خاں صاحبہ اہلیہ مکرم خالد خاں صاحب وڈبرج ساؤتھ جماعت یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ مکرم عمران قمر صاحب

15 اگست 2019ء کو مکرم عمران قمر صاحب ابن مکرم محمد ایوب قمر صاحب وان نارتھ جماعت اپنی جاب پر مال گاڑی سے حادثہ کا شکار ہو کر اچانک 27 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کہ کف دست ساقی چھلک پڑا

18 اگست 2019ء کو مسجد بیت الاسلام میں نماز مغرب وعشاء کے بعد مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 19 اگست کو نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم امیر صاحب نے ہی دعا کرائی۔ مرحوم نہایت نیک اور صالح نوجوان تھے۔ تمام افراد خانہ، اعزاو اقارب، دوست احباب اور اپنی جاب پر بے حد مقبول اور ہر دلعزیز اور پیارے تھے۔ جماعت اور خلافت سے وفا اور محبت کا تعلق رکھتے تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں والد محترم محمد ایوب قمر صاحب، والدہ محترمہ ناصرہ قمر صاحبہ، دو بھائی مکرم بلاول علی کامران صاحب، مکرم فرحان قمر صاحب، ایک ہمشیرہ محترمہ قرۃ العین قمر صاحبہ وان ساؤتھ جماعت، مکرم خوشی محمد صاحب دادا، محترمہ شکران بی بی صاحبہ دادی اور مکرم بلال شیر صاحب بہنوئی وان نارتھ جماعت یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ مکرم قریشی عزیز احمد صاحب

یکم ستمبر 2019ء کو مکرم قریشی عزیز احمد صاحب مالٹن جماعت 63 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ 2 ستمبر کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں نماز مغرب کے بعد مکرم مولانا صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 3 ستمبر کو بریمپٹن میموریل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مولانا صاحب موصوف نے ہی دعا کرائی۔ مرحوم، پیار کرنے والے دادا، والد، شوہر، بھائی اور دوست تھے۔ بہت خوش مزاج اور دوسروں کا خیال رکھنے والے تھے۔ نیک، صالح، صوم و صلوٰۃ کے پابند، نظام جماعت اور خلافت سے وفا اور محبت کا تعلق رکھتے تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ لبنیٰ شاہین صاحبہ، ایک بیٹا مکرم حمزہ احمد صاحب، ایک بیٹی محترمہ فریحہ احمد صاحبہ اور ایک بھائی مکرم صادق قریشی صاحب مالٹن جماعت یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ مکرم محمد مبشر شاہ صاحب

6 ستمبر 2019ء کو مکرم محمد مبشر شاہ صاحب ٹورانٹو جماعت 71 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ 8 ستمبر کو مسجد بیت الاسلام میں نماز مغرب کے بعد مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مربی سلسلہ پیس ویلج نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 9 ستمبر کو نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مولانا عبدالحنان سوہی صاحب نے دعا کرائی۔ مرحوم نیک، صالح، صوم و صلوٰۃ کے پابند، خلیق، ملنسار، خوش اخلاق اور ایک فدائی احمدی تھے۔ ماڈل کالونی لاہور اور ٹورانٹو میں مختلف حیثیتوں سے خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ نظام جماعت اور خلافت سے وفا اور محبت کا تعلق رکھتے تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں تین بیٹے مکرم عمران رضوی صاحب امریکہ، مکرم مصطفیٰ مبشر رضوی صاحب نیوزی لینڈ، مکرم زین مبشر رضوی صاحب آسٹریلیا، ایک بیٹی محترمہ منزہ حامد صاحبہ اہلیہ مکرم محمد حامد خاں صاحب بیری جماعت، دو بہنیں محترمہ سیدہ بشریٰ صاحبہ امریکہ اور محترمہ سیدہ منصورہ صاحبہ جرمنی یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ مکرم چوہدری محمد رفیق ورک صاحب

12 ستمبر 2019ء کو مکرم چوہدری محمد رفیق ورک صاحب وان جماعت 74 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

13 ستمبر کو مسجد بیت الاسلام میں نماز جمعہ کے بعد مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اس کے فوراً بعد نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم امیر صاحب نے ہی دعا کرائی۔ بارش کے باوجود دونوں مواقع پر کثیر تعداد میں احباب جماعت نے شرکت کی۔

مرحوم نے عین جوانی میں 23 سال کی عمر میں احمدیت قبول کی۔ تبلیغ کا جنون کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ان کے ذریعہ 23 افراد جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ آپ پچیس سال تک ایم سی بی بنک میں کیشیئر رہے۔ نیک صالح، ہمدرد وخیر خواہ، ملنسار، خلیق اور

مہمان نواز تھے۔صوم وصلوٰۃ کے پابند،نظام جماعت اور خلافت سے اخلاص، وفا اور محبت کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکرم اطہر رفیق ورک صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ آصفہ ورک صاحبہ اور محترمہ بشریٰ عطا صاحبہ اہلیہ مکرم عطاء محی الدین صاحب کو مرحوم کی غیر معمولی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ مکرم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ، جرمنی سے خاص طور پر اس سانحہ کے موقع پر تشریف لائے۔

مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیٹا مکرم اطہر رفیق ورک صاحب وان نارتھ جماعت، ایک بیٹی محترمہ بشریٰ عطا صاحبہ اہلیہ مکرم عطاء محی الدین صاحب پیس ویلیج ایسٹ، ایک بھائی مکرم چوہدری لطیف ورک صاحب فیصل آباد، مکرم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب برادر نسبتی جرمنی، مکرم چوہدری شریف احمد کلو صاحب پیس ویلیج ویسٹ پھوپھی زاد بھائی اور ایک نواسہ مکرم انس فاروق صاحب متعلم جامعہ احمدیہ کینیڈا یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ مکرم میر حیدر علی سید صاحب

16 ستمبر 2019ء کو مکرم میر حیدر علی سید صاحب ٹورانٹو جماعت 83 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 17 ستمبر کو مسجد بیت الاسلام میں نماز مغرب کے بعد مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 18 ستمبر کو نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے دعا کرائی۔ ہر دو مواقع پر کثیر تعداد نے شرکت کی۔ مرحوم کے بڑے صاحبزادے مکرم شاہد علی سید صاحب جنازہ اور تجہیز و تکفین میں شامل ہونے کے لئے لندن یوکے سے آئے۔

مرحوم نے 1974ء کے پُرآشوب حالات میں احمدیت قبول کی۔ نہایت مخلص احمدی تھے۔ تبلیغ کا جنون تھا۔ ان کے ذریعہ چار افراد جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ آپ کا افواجِ پاکستان سے تعلق تھا بعد کو کراچی میں پی آئی اے میں ایک آفیسر کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔ بڑے شوق، لگن اور محنت سے قرآن کریم کا مطالعہ کیا۔ انگریزی میں شعر کہتے تھے۔ عام طور پر جماعت احمدیہ کی انگریزی کتب ہی ان کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ ان کا تعلق مدراس سے تھا۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، مہمان نواز، خوب رو، متبسم چہرہ، منکسر المزاج اور ہمدرد انسان تھے، اچھے دوست، اچھے شوہر، اچھے باپ، اچھے دادا، اچھے نانا تھے۔ نظام جماعت اور خلافت سے اخلاص، وفا اور محبت کا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں چار بیٹے مکرم شاہد علی سید صاحب یوکے، مکرم زاہد علی سید صاحب، مکرم ناصر علی سید صاحب ویسٹن ساؤتھ، مکرم ظفر علی سید صاحب پیس ویلیج ساؤتھ ویسٹ، تین بیٹیاں محترمہ سیدہ شاہناز حمید صاحبہ اہلیہ مکرم مرید احمد حمید صاحب پیٹر برو، محترمہ زرینہ سیدہ صاحبہ بریمپٹن میکاون، محترمہ سیدہ انیسہ خورشید صاحبہ اہلیہ مکرم خورشید احمد فضل صاحب جرمنی یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ مکرم بشارت احمد صاحب

23 ستمبر 2019ء کو مکرم بشارت احمد صاحب مسس ساگا ساؤتھ جماعت 73 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 25 ستمبر کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں نماز مغرب کے بعد مکرم مولانا صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 26 ستمبر کو بریمپٹن میموریل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مولانا صاحب موصوف نے ہی دعا کرائی۔

مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ آپ کو جماعت میں مختلف حیثیتوں سے خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اور خلافت سے محبت کا تعلق رکھتے تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ نصرت پروین صاحبہ، دو بیٹے مکرم قیصر احمد صاحب، مکرم فیصل احمد صاحب، تین بیٹیاں محترمہ ثمینہ قمر صاحبہ، محترمہ آنسہ سعید صاحبہ اور محترمہ صفیہ بشارت صاحبہ یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ مکرم ظہور احمد ہرل صاحب

23 ستمبر 2019ء کو ظہور احمد ہرل صاحب ویسٹن نارتھ ویسٹ جماعت 82 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 24 ستمبر کو مسجد بیت الاسلام میں نماز مغرب کے بعد مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مربی سلسلہ پیس ویلیج نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 25 ستمبر کو نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مولانا عمران الحق بھٹی صاحب مربی سلسلہ ویسٹن نے دعا کرائی۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ نیک، صالح، ہمدرد دوخیر خواہ، صلہ رحمی کرنے والے دعا گو بزرگ تھے۔ آپ کا نظام جماعت اور خلافت سے وفا اور محبت کا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ صادقہ بیگم ہرل صاحبہ، تین بیٹے مکرم عاطف محمود ہرل صاحب، مکرم ناصر محمود ہرل صاحب، مکرم قیصر محمود ہرل صاحب اور دو بیٹیاں محترمہ امۃ المصور افضل صاحبہ، محترمہ ناصرہ بی بی ہرل صاحبہ یادگار چھوڑی ہیں۔

نماز جنازہ غائب

30 اگست 2019ء کو مسجد بیت الاسلام میں نماز جمعہ کے بعد مکرم مولانا امتیاز احمد سرا صاحب مربی سلسلہ وان نے درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

☆ محترمہ ثریا اکرم صاحبہ

14 جون 2019ء کو محترمہ ثریا اکرم صاحبہ اہلیہ مکرم خواجہ محمد اکرم صاحب مرحوم ربوہ میں 85 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

مرحومہ کے بڑے بیٹے مکرم خواجہ اعجاز احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے قافلہ کے ساتھ لاہور سے ربوہ جاتے ہوئے 8 مارچ 1980ء کو کار کے حادثہ میں 23 سال کی عمر میں وفات پا کر شہید ہو گئے۔ مرحومہ، نیک، صالح مخلص احمدی اور دعا گو بزرگ خاتون تھیں۔ خلافت سے اخلاص کا تعلق تھا۔ 34 سال تک لجنہ اماء اللہ کے مختلف عہدوں پر خدمات بجالانے کی توفیق پائی۔

مرحومہ نے پسماندگان میں تین بیٹے خواجہ ایاز احمد صاحب مربی سلسلہ وکالتِ دیوان ربوہ، مکرم خواجہ فیاض احمد صاحب لاہور، مکرم خواجہ امتیاز احمد صاحب واقفِ زندگی، انسپکٹر بیت المال جماعت احمدیہ کینیڈا اور تین بیٹیاں محترمہ نصرت کچلو صاحبہ اہلیہ مکرم اسد اللہ غالب کچلو صاحب راولپنڈی اور محترمہ نزہت محمود کچلو صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر محمود اللہ کچلو صاحب راولپنڈی یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ صالحہ بانو صاحبہ

29 جولائی 2019ء کو محترمہ صالحہ بانو صاحبہ اہلیہ مکرم مطیع الرحمٰن صاحب کراچی 82 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کی پابند دعا گو خاتون تھیں۔ خلافت سے اخلاص کا تعلق تھا۔ آپ محترمہ روحی بانو صاحبہ اہلیہ مکرم مطیع الرحمٰن صاحب پیس ویلیج ویسٹ کی والدہ تھیں۔

☆ مکرم سلیمان نعیم احمد صاحب

29 جولائی 2019ء کو مکرم سلیمان نعیم صاحب مانچسٹر، یوکے

میں 74 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور مخلص احمدی تھے۔ خلافت سے اخلاص کا تعلق تھا۔آپ حضرت منشی محبوب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف نیلا گنبد لاہور کے پوتے تھے۔اور مکرم عامر مسعود احمد صاحب شعبہ جائیداد جماعت احمدیہ کینیڈا کے ماموں تھے۔

☆ مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ

30 جولائی 2019ء کو مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان ربوہ میں 84 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم ایک بلند پایہ وکیل، محقق، دانش ور کے طور جماعت میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ وفاقی شریعہ کورٹ میں جماعت احمدیہ کے موقف کا بھرپور دفاع کیا۔ ایم ٹی اے کے پروگراموں میں آتے تھے۔سوال وجواب کی محفل کے مرکزی کردار تھے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔راولپنڈی کے امیر جماعت بھی رہے۔ جماعت احمدیہ کے اعلیٰ مشیروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ جماعت میں غیر معمولی خدمات انجام دیں۔نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔دوستوں کے دوست، ہر دل عزیز، خلیق، ملنسار، خوش مزاج، خوش لباس، علم دوست انسان تھے۔طبیعت میں عجز وانکساری پائی جاتی تھی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ العزیز نے خطبہ جمعہ مورخہ 19 اگست 2019ء میں ان کی گراں قدر خدمات کا ذکر فرمایا اور ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

مرحوم، مکرم عصمت پاشا صاحب، صدر جماعت نارتھ یارک اور مکرم محمد احمد صاحب وان کے ماموں تھے۔

☆ مکرم طاہر عارف صاحب

26 اگست 2019ء کو مکرم طاہر عارف صاحب لندن یوکے میں 67 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم، جماعت احمدیہ کے معروف مربی سلسلہ مکرم مولانا چوہدری محمد یار عارف صاحب جنہیں مبلغ انگلستان ہونے کا فخر حاصل تھا، کے صاحبزادے تھے۔نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے ایک ہونہار، ذہین وفطین اور لائق طالب علم تھے۔کہنہ مشق ادیب، بلند پایہ شاعر، کامیاب مقرر اور ایک اچھے استاد تھے۔کئی کتابوں کے مصنف اور صاحبِ دیوان تھے۔لندن سکول آف اکنامکس سے ایل ایل ایم کیا۔CSS تھے، پاکستان سول سروسز میں کلیدی عہدوں پر خدمات بجالاتے رہے۔

دوستوں کے دوست، ہر دل عزیز، خلیق، ملنسار، خوش مزاج، علم دوست انسان تھے۔پولیس کے انتہائی اعلیٰ عہدہ آئی جی پر فائز ہونے کے باوجود حلیم الطبع تھے۔عجز وانکسار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔حد درجہ کے فرض شناس، ایک اعلیٰ منتظم اور قابلِ اعتبار افسر تھے۔نڈر، متوکل علی اللہ، انصاف پسند، نرم مزاج، دیانت وامانت میں یکتا تھے۔خلیفہ وقت کے سلطان نصیر تھے۔فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کے صدر تھے۔خلافت سے صدق ووفا کا گہرا تعلق تھا۔ان کا ایک شعر ہے۔

آقا ترا غلام تیرے پاس ہو کبھی
قدموں میں لوٹ جائے بدن گھاس ہو کبھی

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ العزیز نے خطبہ جمعہ مورخہ 30 اگست 2019ء میں ان کی گراں قدر خدمات کا ذکر فرمایا اور ان کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ انیسہ طاہر صاحبہ، ایک بیٹا مکرم اسفند یار عارف صاحب، تین بیٹیاں محترمہ طیبہ عارف صاحبہ، محترمہ اوج عارف صاحبہ اور محترمہ بنا طاہر عارف صاحبہ یادگار چھوڑی ہیں۔آپ، مکرم امجد ورک صاحب رچمنڈ ہل کے برادر نسبتی تھے۔

☆ مکرم پیر خلیل الرحمٰن صاحب

27 اگست 2019ء کو مکرم پیر خلیل الرحمٰن صاحب ربوہ میں 65 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔آپ مکرم پیر فضل الرحمٰن صاحب، سانگھڑ سندھ کے بیٹے تھے۔مخلص اور فدائی احمدی تھے۔خلافت سے وفا کا تعلق تھا۔آپ مکرم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن جالب صاحب پیس ولیج ساؤتھ جماعت کے بڑے بھائی تھے۔

☆ محترمہ سیدہ نصرت زین صاحبہ

27 اگست 2019ء کو محترمہ سیدہ نصرت زین صاحبہ اہلیہ میجر (ر) زین العابدین صاحب فلوریڈا امریکہ میں 87 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔میری لینڈ میں قطعہ موصیاں میں دفن ہوئیں۔آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔محترمہ یاسمین زین صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر محمد صادق بدھن صاحب، نیوفاونڈ لینڈ کی والدہ تھیں۔

13 ستمبر 2019ء کو مسجد بیت الاسلام میں نماز جمعہ کے بعد مکرم ملک لال خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے مکرم چوہدری محمد رفیق ورک صاحب کی نماز جنازہ حاضر کے ساتھ درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

☆ محترمہ وحیدہ بیگم صاحبہ

02 ستمبر 2019ء کو محترمہ وحیدہ بیگم صاحبہ سیالکوٹ میں 59 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحومہ نے بیماری کے دوران بڑے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔آپ نے پسماندگان میں شوہر مکرم محمد لطیف صاحب دو بیٹے مکرم محمد طلحہ صاحب، مکرم خالد لطیف صاحب اور دو بیٹیاں محترمہ مبین لطیف صاحبہ اور محترمہ نویدہ فراز صاحبہ اہلیہ مکرم فراز احمد قمر صاحب وان جماعت کی والدہ تھیں۔

☆ مکرم ناصر احمد صاحب

11 ستمبر 2019ء کو مکرم ناصر احمد لاہور میں 68 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم نے پسماندگان میں تین بیٹے مکرم عمران ناصر صاحب لاہور، مکرم محمد سلمان صاحب، مکرم لقمان ناصر صاحب کینیڈا اور تین بیٹیاں محترمہ آسیہ ناصر صاحبہ لاہور، محترمہ نازیہ رضا صاحبہ اور سحرش ناصر صاحبہ کینیڈا یادگار چھوڑی ہیں۔

ادارہ مذکورہ بالا مرحومین کے تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا مرحومین کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، ان کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور اپنے خاندان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین